مفتی راشد حسین ندوی

سوال وجواب

س : زید اپنی بہن کا نکاح کرنا چاہتا ہے، زید نے اپنی بہن سے اجازت لی کہ میں بحیثیت وکیل فلاں شخص سے آپ کا نکاح کرانے جارہا ہوں، تو کیا آپ اجازت دیتی ہیں، انہوں نے اجازت دے دی، لیکن اس وقت کوئی گواہ موجود نہیں تھا، آیا شریعت میں وکیل بناتے وقت گواہوں کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

ج : اجازت کے وقت گواہ کا ہونا ضروری نہیں ہے، البتہ عقد کراتے وقت گواہ کا ہونا ضروری ہے، لیکن اگر یہ اندیشہ ہو کہ اجازت کا انکار کیا جاسکتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ اجازت کے وقت بھی گواہ بنالیا جائے۔(شامی-4-222/)

س : زید کو اس کے ایک دوست نے نشہ کی گولی کھلا دی، اور اس کی جیب سے ساری رقم نکال لی، زید جب گھر پہنچا تو اسے ہوش نہیں تھا، جب ہوش آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ تم نے اسی حالت میں اپنی بیوی کو چار پانچ طلاقیں دے دی ہیں، ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے؟

ج : صورت مسئولہ میں چونکہ زید نے خود سے گولی نہیں کھائی تھی، بلکہ دوسرے نے دھوکہ سے اسے کھلایا تھا لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوئی۔(شامی 2/296)

س : زید کا ایک پلاٹ ہے جو یوں ہی پڑا ہوا ہے، اگر وہ پلاٹ یوں ہی پڑا رہا تو لوگ اس کو قبضہ میں لے کر استعمال کرلیں گے، اس پلاٹ میں دو تین قبریں بھی ہیں، اگر زید اس پلاٹ کو فروخت کردے تو شرعاً کیسا ہے؟

ج : اگر پلاٹ زید کا ہے تو اس پر قبریں کس کی ہیں؟ جس زمین پر قبریں ہوں اگر کسی کی ذاتی ہو تو زمین اسی وقت استعمال کرسکتا ہے جب قبریں اتنی پرانی ہوں کہ پورا اندازہ ہو کہ اب میت کا پورا جسم مٹی بن گیا ہوگا، اس سے پہلے استعمال نہیں کرسکتا، بیچنے کے بعد استعمال کا خطرہ ہو تو بیچ بھی نہیں سکتا ورنہ میت کی بے احترامی کا خطرہ رہے گا لیکن اگر زید کی ذاتی زمین پر دوسرے لوگوں نے اجازت کے بغیر قبریں بنالیں ہوں تو قبریں نئی ہوں یا پرانی زید زمین استعمال بھی کرسکتا ہے اور فروخت بھی کرسکتا ہے۔(ہندیہ 1/167)

س : امام کے لئے اجرت لینا درست ہے یا نہیں؟

ج : امام کے لئے امامت کی اجرت لینا درست ہے۔(شامی 5/38)

س : کیا امام اپنی تنخواہ میں اضافہ کا مطالبہ کرسکتا ہے؟

ج : اگر امام کی تنخواہ اتنی نہ ہو جس سے وہ حاجات پوری کرسکے، تو مسجد انتظامیہ کو خود اس میں اضافہ کردینا چاہئے، اگر انتظامیہ کی توجہ اس طرف نہ ہو تو خوش اسلوبی کے ساتھ امام اس کا مطالبہ کرسکتا ہے۔(شامی 3/308 کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ)

س : کیا امام اور موذن کی تنخواہ میں توازن ضروری ہے؟

ج : دونوں کو بقدر حاجت تنخواہ دینی چاہئے، لیکن توازن برقرار رکھنا ضروری نہیں ہے، افضل اور افقہ کی تنخواہ زیادہ رکھنا چاہئے، اور ظاہر بات ہے کہ امام زیادہ فضیلت والا ہوا کرتا ہے۔(شامی 3/308)

س : اگر کوئی شخص بوجہ بیماری رمضان کے روزے نہ رکھ سکا، دوسری طرف وہ فدیہ دینے پر بھی قادر نہیں ہے تو وہ کیا کرے؟ کیا اس کے بدلہ دوسرا شخص روزہ رکھ سکتا ہے؟

ج : یہ شخص اگر شرعی طور پر واقعی معذور ہے، اور فدیہ دینے پر بھی قادر نہیں ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ ان دنوں کا حساب رکھتا رہے، ممکن ہے بعد میں وہ روزہ رکھنے یا فدیہ دینے پر قادر ہوجائے، ایسی حالت میں جس چیز پر قدرت ہوجائے اس کی ادائیگی کرلے گا، فی الحال وہ صرف اللہ سے توبہ واستغفار کرتا رہے، رہا اس کی طرف سے کسی دوسرے کا روزہ رکھنا تو حدیث شریف میں اس سے صراحت سے منع کیا گیا ہے "لایصوم احد عن احد" (کوئی شخص دوسرے کی طرف سے روزہ نہ رکھے، لہٰذا اس کی گنجائش نہیں ہے۔(شامی 2/130، تقریرات رافعی، ص 152)

کچھ اہم و مفید مطبوعات

(از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ)

کاروانِ زندگی حصہ اول	200
کاروانِ زندگی حصہ دوم	200
کاروانِ زندگی حصہ سوم	160
کاروانِ زندگی حصہ چہارم	190
کاروانِ زندگی حصہ پنجم	160
کاروانِ زندگی حصہ ششم	170
کاروانِ زندگی حصہ ہفتم (مع ضمیمہ)	175
کاروانِ زندگی مکمل سیٹ	1255
مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی	80
ارکان اربعہ	140
خواتین اور دین کی خدمت	40
کاروان ایمان وعزیمت	100
دعائیں	15
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ	150
سوانح مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ	150
نبی رحمت (ﷺ)	400
سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں)	500
تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں)	1000
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر	150
اپنے گھر سے بیت اللہ تک	30
اصلاحیات	75

(از: حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی)

دو مہینے امریکا میں	90
جزیرۃ العرب	140
حج ومقامات حج	35
امت مسلمہ رہبر اور مثالی امت	110
سماج کی تعلیم وتربیت	80

(از حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ)

لبیک اللّٰہم لبیک	30
سوانح مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ	
سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ	250
مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ	20
زبان کی نیکیاں	15
مجدد الف ثانیؒ	10
گلدستہ حمد وسلام	10
خانوادۂ علم الٰہی	100
میزاب رحمت	150

(از: مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی)

تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ	125
مکتوبات مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (اول)	80
مکتوبات مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (دوم)	120

(از: مولانا محمد الحسنیؒ)

تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ	70

(از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ)

زاد سفر (دو جلدیں)	280
باب کرم	12
بچوں کی قصص الانبیاء (اول)	25
بچوں کی قصص الانبیاء (دوم)	23
بچوں کی قصص الانبیاء (سوم)	25
بچوں کی قصص الانبیاء (چہارم)	18
ہمارے حضور (ﷺ) (اردو)	30
ہمارے حضور (ﷺ) (ہندی)	20
موج تسنیم	
مناجات ہاتف	10
دیار حبیب (ﷺ)	5

(از: مخدومہ خیر النساء بہترؒ)

حسن معاشرت	20
کلید باب رحمت	15
ذائقہ	15
ذکر خیر	20

(از: حکیم عبدالحیؒ)

تعلیم الاسلام	15
نور الایمان	8

(از: ڈاکٹر سید عبدالعلیؒ)

نماز سمجھ کر پڑھیے	8

(از: دیگر مصنفین)

بشریت انبیاء (مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)	80
سیرت صدیقؓ (مولانا حبیب الرحمن شیروانیؒ)	25
عربی میں نعتیہ کلام (ڈاکٹر عبداللہ عباس ندویؒ)	150
امت مسلمہ کی مائیں (مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ)	35
اعمال قرآنی (مولانا اشرف علی تھانویؒ)	30
مثالی حکمراں (مولانا عبدالسلام قدوائیؒ)	25
عربی زبان کے دس سبق 〃	15
خلافت راشدہ (مولانا غلام رسول مہرؒ)	15
خلافت بنی امیہ 〃	10
خلافت عباسیہ 〃	15
بہشتی ثمر (اول) (مولانا عیسیٰؒ)	30
بہشتی ثمر (دوم) 〃	25
تعلیم القرآن (مولانا اویس نگرامی ندویؒ)	35
بکھرے موتی (مولانا نیاز احمد بستوی)	20
کتاب النحو (حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ)	30
کتاب الصرف (حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ)	35
ہدایۃ النحو (سراج الدین عثمانی اودھی)	60
کلیلہ ودمنہ	60

مکتبہ اسلام رؤف مارکیٹ، گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸

Mob: 9415912042

Mob: 9559804335

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

Rizwan

لکھنؤ

Rs. 15/-

LW/NP-184/2012-14 R.N.I. No. 2416/57 Monthly Ph: 0522-2270406

RIZWAN

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018 Mob: 9415911511

بیادگار: حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

جلد نمبر ۵۷ شمارہ نمبر ۹

ستمبر ۲۰۱۳ء

سالانہ زر تعاون

برائے ہندوستان :	۱۵۰ روپے
غیر ملکی ہوائی ڈاک :	۳۵ امریکی ڈالر
فی شمارہ :	۱۵ روپے
لائف ٹائم خریداری :	۵۰۰۰ روپے

نوٹ

خط وکتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اور مکمل صاف پتہ ضرور لکھیں۔ اگر مدت خریداری کے ختم ہونے کے وقت کی پرچی پتہ کی چٹ پر لگی ہو تو براہ کرم مدت خریداری ختم ہوتے ہی رقم ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

مجلس ادارت

میمونہ حسنی — عائشہ حسنی

جعفر مسعود حسنی — محمود حسن حسنی

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

زر تعاون اور خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ رضوان

۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

پن کوڈ: ۲۲۶۰۱۸ - موبائل: ۹۴۱۵۹۱۱۵۱۱

Rizwan (Monthly)
172/54, Mohammad Ali Lane
Gwynne Road Lucknow
Pin:226018- Mobile: 9415911511

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لیے کاکوری آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ: ناشر کمپیوٹر، لکھنؤ۔ فون: 9580695643

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی مقبول معروف کتابیں

کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مورخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات وتجربات، احساسات وتاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات وحوادث وتحریکات وشخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مورخانہ وحقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودھویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ وسرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا۔

☆ ایک تاریخی دستاویز۔ ☆ ادبی مرقع۔ ☆ دعوت فکر وعمل۔

(فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت وطباعت سے آراستہ)

قیمت کاروان زندگی حصہ اول	200
قیمت کاروان زندگی حصہ دوم	200
قیمت کاروان زندگی حصہ سوم	160
قیمت کاروان زندگی حصہ چہارم	190
قیمت کاروان زندگی حصہ پنجم	160
قیمت کاروان زندگی حصہ ششم	170
قیمت کاروان زندگی حصہ ہفتم (مع ضمیمہ)	175
قیمت کاروان زندگی مکمل سیٹ	1255

خواتین اور دین کی خدمت

مسلم خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی وسماجی فرائض کیا ہیں وہ کس طرح دین کی خدمت کر سکتی ہیں، آخر میں مولانا کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت Rs. 40

ذکر خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی خود حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے۔

قیمت Rs. 30

دو ہفتے ترکی میں

ترکی کا سفرنامہ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا شگفتہ ودلآویز طرز بیان۔

قیمت Rs. 20

کاروان ایمان وعزیمت

قافلۂ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ قدس سرہ کی تحریک اصلاح وجہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم وفضل وعزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت وعزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

(خوبصورت کتابت وطباعت)

قیمت: Rs. 100

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن وجامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص ومحبت، فیض وتاثیر اور معرفت وسلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔

قیمت Rs. 150

مکتبہ اسلام رؤف مارکیٹ، گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸

Mob: 9415912042
Mob: 9559804335

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے .... مدیر ۳
- حدیث کی روشنی میں .... امۃ اللہ تسنیم ۴
- رؤف ورحیم نبی کا لطف وکرم .... محترم شاہ بلیغ الدین مرحوم ۶
- علم کی اہمیت .... مفتی عامر شہزاد ۸
- دنیا دار العمل ہے .... عبدالستار عاصم ۱۰
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ .... متعلم بابر خان ۱۲
- تقویٰ اور اُس کے ثمرات .... مولانا مدثر جمال تونسوی ۱۵
- رزق میں برکت کیسے ہو؟ .... مفتی محمد اللہ خلیلی قاسمی ۲۰
- رازدار رسول حضرت حذیفہ بن یمانؓ .... متعلم محمود الحسن معاویہ ۲۴
- حضرت ام ایمن الحبشیہؓ .... ترجمہ: محمود احمد غضنفر ۲۸
- عذاب قبر-اسباب وتدارک .... مولانا محمد موسیٰ خان ندوی ۳۲
- خوشی کا راز .... اشفاق احمد ۳۷
- سوال وجواب .... مفتی راشد حسین ندوی ۴۰

محمد محی الدین ندوی

جس وقت یہ شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا، اس وقت حج پر جانے کا سلسلہ شروع ہو چکا ہوگا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس مبارک سفر پر جائیں گے اور حرمین کی برکات سے اپنی جھولیاں بھریں گے اور جو مانگیں گے اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرمائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے۔ حج کا پیغام کیا ہے؟ حج کا پیغام یہ ہے کہ اپنی مرضی اور خواہشات کو اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے طریقوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا اور انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہم کو جو نظام حیات عطا کیا گیا ہے پورے طور اس پر چلنا، اپنی رائے اور اپنی خواہش کو ذرا بھی دخل نہ دینے دینا یہی حج کا پیغام ہے۔

یہ سبق ہر سال دہرایا جاتا ہے لیکن عیدالاضحیٰ کو پورے جوش وخروش سے منانے کے بعد اس کو بھلا دیتے ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق زندگی گذارنے لگتے ہیں، اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں۔ خواہ عبادات ہوں یا معاملات ہوں ہر چیز میں اپنی من مانی کرنے لگتے ہیں، جس کی وجہ سے دینی کاموں میں خرچ کرنا مشکل ہو جاتا ہے، جب کہ ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ اپنی ضرورتوں کو محدود کرے اور دین کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرے سب سے اچھا مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" تم نیکی ہرگز حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیز اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرو" پر ہمیشہ نظر رکھے، اس وقت دنیا وآخرت کی کامیابی نصیب ہوگی، ورنہ یہی مال ودولت آخرت میں ہمارے لئے وبال جان بن جائے گا اور کچھ بھی کام نہ آئے گا یہی حج کا پیغام ہے جو ہمیں یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جلیل القدر بیٹے کی گردن پر جو چھری چلائی اس کے مقصد اور پیغام کو یاد رکھیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ آمین

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

یقین و توکل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے "اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَ بِكَ آمَنْتُ وَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَ بِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِيْ، اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ"۔

ترجمہ: اے اللہ میں نے تیرے سامنے سر جھکایا اور تجھ پر ایمان لایا اور میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور میں تیری طرف رجوع ہوا اور میں نے تیرے سہارے پر جھگڑا کیا۔ اے اللہ میں تیری عزت کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں کہ سوا تیرے کوئی معبود نہیں کہ تو مجھے گمراہ کرے تو زندہ ہے نہ مرے گا، جن اور انسان مرجائیں گے۔ (بخاری۔ مسلم)

اہل توکل کا قول

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں ڈالے گئے تو کہا "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ" اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگوں نے کہا، تمہارے لئے لوگوں نے بڑا سامان اور تیاری کی ہے اُن سے ڈرو تو اُن کا ایمان زیادہ ہوگیا۔ انہوں نے کہا: "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ"

حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا دوسرا قول "حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ" بھی تھا۔

جنتیوں کے دل پرندوں کے دل کی طرح ہوں گے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جماعت جنت میں داخل ہوگی، ان کے دل پرندوں کے دل کی طرح ہوں گے۔

اللہ پر بھروسہ کی مثال

حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ وہ غزوۂ نجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ پلٹے تو دن کے آرام کا وقت ایسی وادی میں ہوا جس میں ببول کے درخت بہت تھے ہم لوگ درختوں کے نیچے سایہ لینے کے لئے الگ ہوگئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ببول کے درخت کے نیچے اُترے اپنی تلوار ایک ڈال میں لٹکادی ہم سب سوگئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو پکار رہے ہیں، اور ایک دیہاتی آپ کے پاس کھڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے میری تلوار مجھ پر کھینچ لی اور میں سورہا تھا۔ جب میں جاگا تو تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اس نے کہا آپ کی حفاظت کون کرے گا۔ میں نے تین مرتبہ اللہ کہا اس کو سزا نہیں دی اور بیٹھ گیا۔

اور ایک روایت میں ہے۔ حضرت جابرؓ نے کہا کہ ہم ذات الرقاع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم لوگ درختوں میں سایہ لینے کے لئے الگ ہوگئے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا۔ ایک مشرک آدمی آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار پیڑ سے لٹکی تھی، اس نے آپ پر تلوار کھینچ لی اور کہا مجھ سے ڈرتے ہو، آپ نے فرمایا نہیں۔ کہا کون آپ کی حفاظت کرے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ۔ پس تلوار اُس کے ہاتھ سے گر پڑی اور آپ نے اٹھالی۔ آپ نے فرمایا تیری حفاظت کون کرے گا۔ کہا آپ بہتر لینے والے بنئے۔ آپ نے فرمایا کیا تم کہتے ہو اشہد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ۔ کہا یہ تو نہیں، مگر ہاں اس کا عہد کرتا ہوں کہ نہ آپ کے ساتھ

جنگ کروں گا اور نہ جنگ کرنے والوں کے ساتھ شریک ہوں گا۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا، وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور بولا میں سب سے بہتر کے پاس سے آیا ہوں۔

توکل اور حرکت

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اگر تم اللہ پر بھروسہ کرو جیسا بھروسہ کرنے کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق دے گا جیسے چڑیوں کو دیتا ہے۔ صبح کو خالی پیٹ جاتی ہیں۔ اور شام کو شکم سیر واپس آتی ہیں۔ (ترمذی)

سوتے وقت کی دعا

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے بستر پر آؤ تو یہ کہو۔

اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ اِلَيْكَ وَ فَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّ رَهْبَةً اِلَيْكَ لَامَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَ بِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ۔

ترجمہ: اے اللہ میں نے اپنے نفس کو تیرے سپرد کیا اور میں نے منہ تیری طرف موڑا اور میں نے اپنا کام تیرے سپرد کیا۔ اور میں نے اپنی پیٹھ تیری طرف رغبت کے ساتھ ڈرتے ہوئے لگائی نہیں ہے ہمارا ٹھکانا اور نہ نجات ہم کو مگر تیری طرف میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور اُس نبی پر جس کو تو نے بھیجا۔

آپ نے فرمایا اگر تم اس رات مرجاؤ گے تو اسلامی فطرت پر مروگے۔ اور صبح کرو گے تو بھلائی کو پہنچ جاؤ گے۔ (بخاری۔ مسلم)

اور ایک روایت میں حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو وضو کرو جیسے نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے پھر اپنے سیدھے پہلو پر لیٹ جاؤ اور اس طرح کہو (اور اوپر والی دعا ارشاد فرمائی) پھر فرمایا ان کلمات کو سب کے آخر میں کہہ کے سوؤ۔

عین خطرہ میں اللہ پر بھروسہ

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ میں نے مشرکین کے قدم دیکھے۔ ہم غار میں تھے اور وہ ہمارے سروں پر۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اگر ان میں کا ایک بھی اپنے قدم کے نیچے دیکھے تو ہم کو دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکر تم ایسے دو کے متعلق کیا گمان کرتے ہو، جن کا تیسرا اللہ ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

گھر سے نکلنے کے وقت کی دعا

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر سے نکلتے تھے تو فرماتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

ترجمہ: شروع کیا میں نے اللہ کے نام سے اور میں نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ گمراہ ہوں یا گمراہ کیا جاؤں۔ خود ڈگمگاؤں یا کوئی مجھے پھسلادے، ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، جہالت کروں یا مجھ پر جہالت کی جائے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے تو اُس سے کہا جائے گا کہ تو نے ہدایت پائی۔ تیری کفالت کی گئی اور تو بچ گیا اور اس سے شیطان دُور کردیا جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

ترجمہ: شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے۔ نہیں ہے قوت اور نہ طاقت مگر اللہ کو۔

رزق دوسرے کی برکت سے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک کماتا تھا اور دونوں کھاتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشہ ور نے اپنے بھائی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ شاید تم کو رزق اسی کے سبب ملتا ہو۔ (ترمذی)

محترم شاہ بلیغ الدین مرحوم

رؤف ورحیم نبی ﷺ کا لطف وکرم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر دکھا کر عمیر نے پوچھا کہ...... اسے پہچانتے ہو......؟ صفوان سمجھ گیا کہ کس کی چادر تھی۔ مگر منہ سے وہ کچھ نہ بولا۔ عمیر بن وہب نے اس چادر کو فرطِ عقیدت سے چوما، آنکھوں سے لگایا پھر بتایا کہ...... یہ ردائے مبارک جمیل الشیم، شفیع الامم، صاحب الجود والکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے......، صفوان! تم بڑے خوش نصیب ہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چادر عنایت فرما کر تمہیں امان دی ہے۔

صفوان بن امیہ پورڑوں کا رئیس تھا، بت پرستی اور رنگ رلیوں میں اس کا دل خوب لگتا۔ اسلام سے اسے بیر تھا۔ یہ دشمنی اس وقت اور بھی بڑھی جب جنگ بدر میں اس کا باپ امیہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ پھر تو اس کے سینے میں وہ آگ بھڑکی، وہ آگ بھڑکی کہ وہ شہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جلنے لگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے درپے ہوگیا۔

بڑی کوششوں سے اس نے عمیر بن وہب کو ملالیا۔ زہر میں بجھا ہوا ایک خنجر اسے فراہم کیا۔ بہت سا زر نقد دیا۔ اس کے بال بچوں کی پرورش کا ذمہ لیا اور اسے اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ مدینۃ النبی میں کچھ دن کے لئے جا رہے گا اور موقع ڈھونڈ کر...... خاکم بدہن...... رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ناپاک خنجر کا نشانہ بنائے گا۔

انسانی جان کی بڑی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار خبردار کیا ہے کہ محض دشمنی کی بنا پر یا مال و دولت کے لئے کبھی کسی کی جان نہ لینا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ نماز کے بعد سے پہلے خون کے دعوے پیش ہوں گے۔ اگر کسی نے ایک آدمی کا قتل کردیا تو گویا اس نے ایک پوری نسل کو ختم کردیا۔ ایک جگہ ارشاد ربانی ہے کہ...... ”کبھی کسی جان کو، جس کا مارنا اللہ نے حرام کردیا ہے، ناحق قتل نہ کرنا۔“

جو لوگ خاندانی یا سیاسی جھگڑوں، کسی اشتعال یا حرص و ہوس کی بنا پر اللہ کے بندوں کی جان لیتے ہیں، وہ بہت بڑے ظالم ہوتے ہیں۔ اللہ نے ان پر لعنت کی ہے۔ توبہ کے دروازے اس نے سب پر کھلے رکھے ہیں، لیکن قاتل پر توبہ کے دروازے بند ہیں، اس لئے کہ اپنے گناہ تو وہ معاف کردیتا ہے، لیکن بندوں کے آزار وہ معاف نہیں کرتا۔ سنن ابن ماجہ میں ہے، ایک موقع پر ارشاد نبوی ہوا کہ ایک مسلمان کے ناحق مارے جانے کے مقابلے میں اللہ کے نزدیک تمام دنیا کا مٹ جانا زیادہ آسان ہے...... اس سے بڑھ کر خونِ انسانی کا احترام اور کیا ہوگا؟

طبقات ابن سعد میں ہے کہ عمیر بن وہب مدینہ پہنچے اور کچھ دن وہاں رہے تو ان کے دل کی کیفیت ہی بدل گئی۔ ایک بار چہرۂ انور پر نگاہیں کیا پڑی کہ دل روشن ہوگیا۔ انہوں نے زہریلا خنجر جانے کہاں پھینک دیا؟ دوڑے دوڑے مسجد نبوی پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پر بیعت کرلی۔ بیعت ہی نہیں کی، بلکہ اپنی ساری تفصیل بھی کہہ سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے سب کچھ سنتے رہے، غم و غصے کا ذرا اظہار نہ کیا۔

ہجرت کے آٹھویں سال اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے نکلے تو عمیر بن وہبؓ بھی ہم رکاب تھے۔ یہاں پہنچ کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو امن عام عطا فرمایا۔ اس طرح امت مسلمہ کو سبق دیا کہ سیاسی جھگڑے ہوں یا عقائد ونظریات کے بکھیڑے...... اگر عفو و درگزر سے کام لیا جائے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

صفوان بن امیہ اور اس کے بہت سے ساتھی اسلامی لشکر کو دیکھ کر ہی مکہ سے فرار ہوگئے تھے، عام معافی کے باوجود ان

گناہگارانِ ازلی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ لوٹ آتے۔ عمیر بن وہبؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ...... یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ صفوان میرا دوست ہے، وہ مارے ڈر کے مکہ چھوڑ کر جدہ چلا گیا ہے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ...... تم اپنے دوست کو بلالو! میں نے اسے امان دی۔

عمیرؓ یہ سن کر نہال ہوگئے، عرض کیا کہ...... یا حبیب اللہ! کوئی نشانی عطا ہو کہ اسے دیکھ کر صفوان کو اپنی جاں بخشی کا یقین آجائے۔ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم اطہر پر سے چادر اتار کر انہیں عنایت فرمائی۔ عمیرؓ دونوں جہاں کی دولت سمیٹ کر سیدھے جدہ پہنچے اور صفوان کو اس کی زندگی کی سب سے بڑی خوشخبری سنائی۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ صفوان جدے سے لوٹا تو سیدھا خدمتِ نبوی میں پہنچا۔ عرض کیا کہ...... مجھے آپ دو مہینے کی مہلت دیں تو میں سوچ لوں کہ مجھے کیا کرنا ہے؟ استیعاب میں ہے ارشاد نبوی ہوا کہ...... تمہیں چار مہینے کی مہلت ہے۔ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ اسے مہلت دی، بلکہ جنگ حنین سے لوٹتے ہوئے اسے سو اونٹوں کا فیاضانہ عطیہ بھی دیا، تاکہ اسے یقین ہوجائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کے خلاف ذرا بھی میل نہیں۔

بات یہ ہے کہ ہمارے دین میں زور اور زبردستی ہے ہی نہیں۔ اگر مسلمانوں نے جبر و اکراہ سے کام لیا ہوتا تو سات سو برس حکمرانی کرنے کے بعد آج بھارت میں ایک ہندو نہ دکھائی دیتا۔ ہسپانیہ کی مثال دنیا کے سامنے ہے۔ وہاں بھی ہم نے کوئی آٹھ سو برس تک حکمرانی کی مگر مقامی آبادی کی نسل کشی کا خیال کبھی ہمارے دل میں نہ آیا اور جب ہماری بازی پلٹی تو انہیں ناشکروں نے مسلمانوں کے خون سے ایسی ہولی کھیلی کہ آج ہسپانیہ میں ایک مسلمان نہیں ملتا۔

ہمیں رنگ ونسل، زبان و مذہب کے نام پر کسی طرح کا تعصب روا رکھنے کا حکم نہیں۔ اسلام نے محبت اور عافیت کا پیام عام کیا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ یہی ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرکے صفوان بن امیہ بت پرستی پر قائم رہا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کا ضمیر اسے ڈسنے لگا اور زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ وہ ایمان لے آیا (رضی اللہ عنہ)۔ کیونکہ اسے رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لطف و کرم بھولتا نہ تھا۔

خیانت کرنے والے کا عبرت ناک انجام

(۱) ابن جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تم میں سے اس شخص کو پہچانتا ہوں جو چلاتی ہوئی بکری کو اٹھائے ہوئے قیامت کے دن آئے گا اور میرا نام لے لے کر مجھے پکارے گا۔ میں کہہ دوں گا کہ میں خدا کے پاس تیرے کچھ کام نہیں آسکتا میں تو پہنچا چکا ہوں۔

(۲) اسے بھی میں پہچانتا ہوں جو اونٹ کو اٹھائے ہوئے آئے گا جو بول رہا ہوگا یہ بھی کہے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں کہوں گا میں تیرے لیے خدا کے پاس کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تو تبلیغ کرچکا تھا۔

(۳) میں اسے بھی پہچانتا ہوں جو اسی طرح گھوڑے کو لادے ہوئے آئے گا وہ ہنہنا رہا ہوگا، وہ بھی مجھے پکارے گا اور میں کہہ دوں گا کہ میں تو پہنچا چکا تھا آج کچھ کام نہیں آسکتا۔

(۴) اس شخص کو بھی پہچانتا ہوں جو کھالیں لیے ہوئے حاضر ہوگا اور کہہ رہا ہوگا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں کہوں گا میں خدا کے پاس کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا میں تو تجھے بتا چکا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر: ج1، ص473)

علم کی اہمیت

مفتی عامر شہزاد

علم وہ عظیم دولت ہے کہ جس کو حاصل کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے عظیم پیغمبر بھی رختِ سفر باندھتے ہیں، علم وہ لازوال دولت ہے کہ جس کی بنیاد پر حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنایا گیا، وہ علم ہی تھا کہ جس کی بنیاد پر حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکال کر مصر کے تاج وتخت کا وارث بنا دیا گیا، وہ علم کا ہی کمال تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو تخت پے بٹھا کر ہوا، خلا، فضا کی سیر کرادی گئی، علم وہ سرمایہ ہے کہ جس کا حاصل کرنا فرض ہے: "طلب العلم فريضة على كل مسلم" علم وہ باکمال دولت ہے کہ جس کی تحصیل کے لئے نکلنے والے کے قدم فرشتوں کے نورانی پروں پر ٹکتے ہیں: "ما من خارج خرج من بيته الا وضعت له الملائكة أجنحتها رضا بما يطلب" جی ہاں! علم وہ بڑی نعمت ہے کہ جس کو اوڑھنا بچھونا بنانے والا ان دو میں سے ایک ہے جن کو قابلِ رشک قرار دیا گیا ہے: "لاحسد الا فى الأثنين...... و رجل اتاه الله الحكمة فهوا يقضي بها و يعلمها" علم کی ہی بنیاد پر انسان نے چاند پر کمند ڈالی ہے، انسان نے تیز اور تند قسم کی ہواؤں پر قبضہ جما کر اس پر جہازوں کو دوڑایا ہے، تو اس کی بنیاد بھی علم ہے، علم کی بنیاد پر ہی انسان نے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندروں اور دریاؤں کے سینے پر کشتیوں اور بحری جہازوں کو دوڑایا ہے۔

الحمدللہ! آج بھی اس گئے گزرے دور کے اندر علمی پیاس بجھانے کے لئے اور علوم نبوت کو اپنے سینے میں محفوظ کرنے کے لئے طالبانِ علوم نبوت دور دراز کا سفر کر کے مدارسِ دینیہ کا رخ کرتے ہیں کہ جن کے علمی ذوق وشوق کو دیکھ کر آدمی حیران و پریشان ہو جاتا ہے، کہ اس دور کے اندر جہاں مدارس دینیہ کے خلاف ہر طرف پروپیگنڈے کئے جا رہے ہیں اور امت کا مدارس سے تعلق ختم کرنے کے لئے طرح طرح کے بے جا الزامات لگائے جا رہے ہیں، لیکن یہ دیوانے اور مستانے ہر طرح کی تکلیف سہہ کر بھی قرآن وسنت کے علوم کو دیکھنے سے نہ رکتے ہیں، نہ تھکتے ہیں نہ بکتے ہیں، نہ پیچھے ہٹتے ہیں، بلکہ اپنوں اور پرائیوں کے طعنے اور کڑوی کسیلی باتیں سن کر، مدارس کے روکھے سوکھے ٹکڑے کھا کر اپنے عقیدہ اور اعمال کی اصلاح کی خاطر کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے۔

کیونکہ سال کی ابتدا ہے کہ جس میں دینی مدارس کے طلباء ایک نئے ولولے اور جذبے سے علوم نبوت سے اپنے سینوں کو مزین کرنے کی تگ ودو میں لگ جاتے ہیں، اس لئے اس وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم کچھ دیر کے لئے قرآن پاک کے بحرِ بے کنار میں غوطہ زن ہو کے علم کی فضیلت و اہمیت پر غور وخوض کرتے ہیں، تاکہ ہمارا علمی جذبہ سال کے آخر تک جوان رہے۔

ارباب علم و دانش میں کون شخص ایسا ہوگا جو "امام تفسیر، صاحب تفسیر کبیر، امام رازی" رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کے نامی اور اسم گرامی سے ناآشنا اور ناواقف ہو؟ وہ اپنی اسی شہرہ آفاق تفسیر میں فرماتے ہیں: کہ اللہ وحدہ لاشریک نے اپنی لاریب اور بے عیب کتاب میں سات چیزوں کا سات چیزوں سے تقابل کیا ہے:

1-(وما يستوى الأعمى والبصرى) 2-(ولا الظلمات ولا النور) 3-(ولا الظل و الا الحرور) 4-(وما يستوى الأحياء و الأموات) (سورۃ فاطر، آیت: 19 تا 22) 5-(قل لا يستوى الخبيث والطيب) (سورة المائدة، آیت: 100) 6-(لايستوى أصحاب النار وأصحاب الجنة).

(سورۃ الممتحنۃ، آیت: 20).

7-(قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون)

(سورة الزمر، آیت: 9).

ان سات مقامات میں ایک طرف علم مراد ہے اور دوسری طرف جہالت، چنانچہ علم بینائی ہے اور جہالت نابینگی، علم روشنی ہے اور جہالت تاریکی، علم ایک سایہ ہے اور جہالت دھوپ، علم ایک حیات جاوداں ہے اور جہالت موت:

الجاهلون فموتنى قبل موتهم والعالمون وان ماتوا فأحياء
وفى الجهل قبل الموت موت لأهله فأجسامهم قبل القبور قبور
وان امرء لم يحى بالعلم ميت وليس له حين النشور نشور

علم پاکیزہ چیز ہے اور جہالت ناپاک، علم جنت کی طرف رہنمائی کرتا ہے، لہٰذا اہل علم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔

قرآن پاک میں تدبر کرنے سے ایک اور نکتہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ بزرگ وبرتر نے چار طبقوں کا نام لے کر ان کے بلند مرتبہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے، ایک طبقہ مجاہدین کا ہے۔(فضل الله المجاهدين على القاعدين أجرا عظيماً درجات منه و مغفرة و ررحمة).

(سورۃ النساء، آیت: 96،95).

دوسرا نیک لوگوں کا ہے: (ومن يأته مؤمنا قد عمل الصالحات فأولئك لهم الدرجات العلى). (سورۃ طٰہٰ، آیت: 75)

تیسرا اصحاب بدر کا ہے: (انما المؤمنون الذين اذ انكر الله وجلت قلوبهم...... لهم درجات عند ربهم و مغفرة ورزق كريم). (انفال، آیت: 4)

چوتھا طبقہ اہل علم کا ہے: (يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين أوتوا العلم درجات) (سورۃ المجادلۃ، آیت: 11)

امام تفسیر فرماتے ہیں کہ مرتبہ تو ان چاروں طبقوں کا بلند وبالا ہے، لیکن قرآن کا انداز بتلاتا ہے کہ اہل علم کا مقام اور مرتبہ باقی طبقوں سے بھی بلند وبالا ہے۔

جی ہاں! علم کا مقام حکومت اور سلطنت سے بھی بڑھ کر ہے، حضرت طالوت کو جب بادشاہ بنا کر بھیجا گیا تو برادری اور قوم کے لوگوں نے کہا کہ: (ونحن أحق بالملك منه ولم يؤت سعة من المال) کہ بادشاہت کے حق دار تو ہم ہیں، اس لئے کہ مالدار تو ہم ہیں، بڑے گھرانوں والے تو ہم ہیں، طالوت تو ایک غریب اور نادار آدمی ہے، پھر اس کو بادشاہت کیوں کر اور کیسے مل گئی؟ تو حضرت طالوت کا دفاع کرنے کے لئے اللہ رب العزت نے ان کے علم کو لا کے کھڑا کر دیا اور فرمایا (ان الله اصطفه عليكم وزاده بسطة فى العلم والجسم) (سورۃ البقرۃ، آیت: 247)

تو جب حضرت طالوت کا دفاع علم کے ذریعے کیا گیا تو اس سے پتہ چل گیا کہ علم کی ضرورت سلطنت چلانے کے لئے بھی پڑتی ہے، نیز دنیا میں خلافت کے نظام کو قائم کرنے کے لئے بھی علم کی ضرورت ہے۔

ادھر دیکھو آسمان میں ایک مکالمہ چل رہا ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا: (انى جاعل فى الأرض خليفة) کہ میں زمین میں اپنا ایک نائب وخلیفہ بنانا چاہتا ہوں، تو اس پر فرشتوں نے کہا: (أتجعل فيها من يفسد فيها و يسفك الدماء).

کہ یہ تو زمین میں جا کے قتل وغارت کا بازار گرم کرے گا، اے رب! خلافت کے حق دار تو ہم ہیں، اس لئے کہ ہمہ وقت آپ کی تسبیح وتہلیل میں تو ہم ہی لگے ہوئے ہیں: (نحن نسبح بحمدك و نقدس لك) (سورۃ البقرۃ، آیت: 30)

ملت کے پاسبانو! غور کرو کہ خالق کائنات نے اس مقام پر یہ نہیں فرمایا کہ یہ انسان دنیا میں جا کر خونریزی نہیں کرے گا، نہ یہ فرمایا کہ انسان پر یہ اعتراض نہ کرو، نہ یہ فرمایا کہ یہ زیادہ عبادت کرے گا، بلکہ مالک الملک نے اس سوال کا جواب دینے کے لئے علم کو لا کے کھڑا کر دیا، جس کی تعبیر قرآن پاک نے یوں کی ہے: (وعلم آدم الأسماء كلها) (سورۃ البقرۃ، آیت: 31)

اس میں اشارہ مل گیا کہ انسان خونریزی کرے گا، لیکن اس کا یہ فعل علم کے مطابق ہوگا جو علم اس کی لڑائی کو جہاد بنا دے گا، جی ہاں جو شعبہ علم سے جتنا منسلک ہوگا وہ اتنا ہی اعلیٰ ہوگا اور جو شعبہ علم سے جتنا دور ہوگا وہ اتنا ہی پستی کا شکار ہوگا۔

(بقیہ...... صفحہ...... ۱۴...... پر)

دنیا دار العمل ہے

عبدالستار عاصم

موت مومن کیلئے تحفے سے کم نہیں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "موت مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہے"۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "دنیا مومن کا جیل خانہ ہے"۔ یہاں مقام راحت اور نعمت دونوں کم ہیں۔ اس لئے جب وہ دنیا کو چھوڑتا ہے تو جیل خانہ اور عالم قحط کو چھوڑتا ہے کیونکہ آخرت میں راحت اور نعمت دونوں کامل ہیں۔ اس کو قید خانہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں اس کی آزادی مکمل طور پر سلب کرلی گئی ہے اور دنیا میں راحتیں اور نعمتیں یوں بھی بہت کم ہیں۔ پھر شریعت کی طرف سے کئی حدود لگی ہوئی ہیں لیکن موت کے بعد مومن کو فوراً آخرت کی بے انتہا نعمتوں کی غیر محدود آزادی مل جاتی ہے۔ اسی لئے آپؐ نے موت کو مومن کے لئے خدائے عزوجل کی طرف سے تحفہ کہا ہے۔ موت تو اس قفس عنصری سے رہائی پانے کا وقت ہوتا ہے نہ کہ مزید قید کا۔ اس لئے اگر موت کو مومن کے لئے تحفہ نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟

اسلام میں نہ تو زندگی عناصر میں ظہور ترتیب سے عبارت ہے اور نہ موت ان اجزاء کے بکھرنے اور پریشان ہونے کا نام ہے بلکہ موت تجدید زندگی کا نام ہے۔ اس لئے مومن موت سے کافر کی طرح خائف نہیں ہوتا بلکہ موت کے بعد آخرت کی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے۔

حضورؐ کی حدیث مبارکہ بروایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہے کہ ملک الموت جب کسی مومن کی روح نکالنے کے لئے آتا ہے تو اول اس کو پیغام پہنچاتا ہے کہ رب نے تجھے سلام بھیجا ہے۔

پھر رسول پاک کو فرمایا گیا جس کا مطلب ہے کہ ساری امت کو اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے:

ترجمہ: "تو اپنی آنکھوں کو اس طرف نہ لگا جو ہم نے ان میں سے کئی قسم کے لوگوں کو چندروزہ سامان دیا ہے اور ان کے لئے غم نہ کھا اور مومنوں کے لئے اپنے بازوؤں کو جھکا۔"

"تم فرماؤ کیا تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں؟ ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہوگئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ وہ صنعت کے بہت اچھے کام بنارہے ہیں۔"

ان آیات قرآنیہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ انسان کا اصل گھر آخرت کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو محض دارالعمل قرار دیا ہے تاکہ انسان یہاں اعمال صالحہ بجالاکر خداتعالیٰ کی ذات پاک کی معرفت اور اس کا عرفان حاصل کرسکے اور موت کے بعد جو اس کی زندگی شروع ہوگی اس میں جنت کی ابدی اور دائمی نعمتوں کا وارث بن سکے۔ اس لئے فرمایا "بڑھ چلو اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ تیار ہوئی ہے۔ ان کے لئے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔" (الحدیث:21)

ایک اور مقام پر فرمایا "یعنی جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے اور وہ غالب بخشنے والا ہے۔"

موت اور زندگی کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا عظیم الشان نشان ہے اور انسان پر ایک بہت بڑا انعام ہے کیونکہ زندگی میں اس کو عمل صالح کا موقع ملتا ہے اور موت میں اس کے نیک اعمال کا صلہ۔ اس کے علاوہ بھی قرآن پاک میں فرمایا گیا:

"تم موجودہ زندگی سے محبت رکھتے ہو اور آئندہ زندگی کو چھوڑتے ہو۔" (القیامہ:20-21)

مومن ایسا نہیں کرتے بلکہ ان کی نگاہ ہمیشہ آخرت کی زندگی پر ہوتی ہے اور اس دنیا کو صرف دارالعمل سمجھتے ہیں وہ یہاں اعمال صالحہ ہی بجالاتے ہیں۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ موت صرف اس دنیا اور آخرت کے درمیان ایک پل ہے جو مومن کو اس کے خالق و مالک سے ملادے گا۔ اس لئے اس سے وحشت اور ڈر کیوں؟ اللہ عزوجل نے ان آیات کریمہ میں خود مومنوں کے لئے، ان کی موت کے وقت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"جن کی جانیں فرشتے قبض کرتے ہیں وہ پاک ہیں، کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو۔ جنت میں داخل ہوجاؤ اس کا بدلہ جو تم کرتے تھے۔" (النحل:32)

سورۂ احزاب میں مومنوں کو خطاب فرمایا "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو۔ وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تمہیں اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالے۔ (فرشتوں کا درود بھیجنا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے کیونکہ وہ سب کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتے ہیں) وہ مومنوں پر رحم کرنے والا ہے اور جس دن وہ اپنے رب کو ملیں گے تو ان کو (ان کے رب کی طرف سے) سلامتی کا پیغام ملے گا۔"

(الاحزاب:41-44)

موت کے وقت مومن کو فرشتے اپنے رب کی طرف سے سلامتی کی دعادیں گے اور کہیں گے کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ، اس کا بدلہ جو تم کرتے تھے۔ تو پھر موت سے مومن کیوں ڈرے۔ موت تو مومن کے لئے اپنے خالق ومالک سے جو صرف معبود حقیقی ہی نہیں بلکہ محبوب حقیقی بھی ہے، سے ملاقات ہے پھر اس سے وحشت کیوں اور کیسے؟ قرآن پاک میں فرمایا "کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی ہے اور وہ مسلمانوں سے ہنستے ہیں اور ڈر والے ان سے اوپر ہوں گے قیامت کے دن اور خدا جسے چاہے بے حساب دے۔" پھر قرآن میں فرمایا گیا

"آپ فرمادیجئے دنیا میں برتنا تھوڑا ہے اور ڈر والوں کے لئے آخرت اچھی اور تم پر دھاگے برابر ظلم نہ ہوگا۔"

(سورہ النساء:77)

"جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشا اور زینت اور آپس میں فخر کرنا مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر کثرت چاہنا، بارش کی مثال کی طرح ہے جس کا سبزہ کسانوں کو خوشنما لگتا ہے پھر وہ خشک ہوجاتا ہے تو اسے زرد دیکھتا ہے اور پھر وہ چوراچورا ہوجاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔ (یعنی جو آخرت کا انکار کریں اور گناہوں میں ملوث ہوں) اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضا دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔" (الحدید:20)

قرآن پاک نے آخرت کے گھر کو ہی انسان کا اصلی اور ابدی گھر قرار دیا ہے۔

چنانچہ درج ذیل آیات واضح کرتی ہیں۔

"کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے میں پسند کرلی۔" (توبہ:38)

"اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور بیشک آخرت کا گھر ضرور ہی سچی زندگی ہے۔ کیا اچھا تھا اگر جانتے۔" (عنکبوت:64)

"بلکہ تم دنیا کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ (الاعلیٰ:16-17)

دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگنے کی دعا کا سورہ فرقان میں ذکر ہے۔ "اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے پھیر دے جہنم کا عذاب بیشک اس کا عذاب گلے کا غل ہے۔"

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بشارت سناتا ہے کہ اے آدمؑ کے بیٹو! جب تک تم مجھے پکارتے رہو گے اور مجھ سے آس لگائے رکھو گے تو میں تمہیں بخشتا رہوں گا، خواہ تم میں کتنے ہی عیب کیوں نہ ہوں، مجھے پرواہ نہیں اے آدمؑ کے بیٹو اگر پوری سطح زمین بھی تمہارے گناہوں سے بھری ہو تو پھر تم میرے پاس آؤ، اس حال میں کہ کسی کو میرے ساتھ شریک نہ بناتے ہو تو میں تمہارے پاس پوری سطح زمین پر مغفرت لے کر آؤں گا۔

جب حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے لوگوں کو کہا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو خدا کوئی اور مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور وہ اسے بخشتا۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے رحم وکرم کے اظہار کے لئے گناہ گاروں کی تلاش ہے کہ نیکوکاروں کو تو سب ڈھونڈتے ہیں مگر گناہگاروں کو صرف وہی ڈھونڈتا ہے۔ پھر مومن کو بھی اس بات کا بخوبی علم ہوگا کہ بندوں کی جانب سے خدا پر کوئی پابندی عائد نہیں مگر اس نے اپنی رحمت کے اقتضا سے اپنے اوپر کچھ چیزیں فرض کرلی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اس کی رحمت بھی ہے۔

(بقیہ......صفحہ......۱۴......پر)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

معلم بابر خان

آپ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عبداللہ ابن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تمیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القریشی التیمی ہے۔ نسب کے لحاظ سے آپ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرہ بن کعب کی اولاد ہیں۔ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ آپؓ کا لقب ''صدیق'' تھا۔

زمانہ جاہلیت میں ہی آپؓ اس لقب سے ملقب تھے۔ کیونکہ آپؓ ہمیشہ سچ کہا کرتے تھے۔ بعض نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع پر آپ فوراً ہی مہر صداقت ثبت کر دیتے تھے، اس لئے آپؓ کو صدیق کہتے تھے۔ شب معراج میں ''مقام طویٰ'' میں پہنچ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جرائیل امین سے فرمایا کہ اس واقعے کی تصدیق میری ملت نہیں کرے گی۔ جرائیل علیہ السلام نے جواب دیا آپؐ کی تصدیق حضرت ابوبکرؓ کریں گے۔ جو صدیق ہیں۔

حکیم بن سعید لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو قسمیہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا لقب ''صدیق'' اللہ نے آسمان سے نازل فرمایا۔ حدیث احد میں ہے۔ تسکین وقرار سے کام لو، کیونکہ تم پر امت مسلمہ کے نبی وصدیق اور دو شہید ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ صدیق اکبرؓ کا سراپا بیان فرمائیں۔ تو جواباً کہا والد بزرگوار کا رنگ سرخ وسفید، جسم چھریرا، رخسار دبے ہوئے، پیٹ اندر، پیشانی عرق آلود رہتی۔ چہرہ پر گوشت زیادہ نہ تھا۔ نظریں نیچی رکھتے تھے۔ بلند پیشانی تھی، انگلیوں کے جوڑ پر گوشت نہ تھا۔ آپؓ ''مہندی'' اور ''کسم'' کا خضاب لگاتے۔ یہ آپؓ کا مختصر سا سراپا ہے۔

ابن اسحاقؒ نے عبداللہ بن حسین تمیمی کے ذریعے بیان کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے تردد اور غور وفکر کیا۔ اور بمشکل سننا پسند کیا۔ لیکن ابوبکر صدیقؓ نے اسلام کی دعوت پر ادنیٰ توقف کئے بغیر لبیک کہا۔ علماء کا متفقہ بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اسلام لانے کے بعد سے رحلت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک سفر وحضر میں ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ البتہ حج اور جہاد کے لئے باجازت آپؐ کی صحبت میں نہ رہ سکے۔ ہر حال میں ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ آپؓ نے اہل وعیال کو چھوڑ کر اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ غار حرا میں ساتھ رہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ''غار میں دو ہی تھے جب کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوست سے کہا۔ خوف وغم نہ کرو کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

امام بزار سے نے سند کے حوالے سے لکھا ہے؟ کہ حضرت علیؓ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے فرمایا آپؓ ہیں۔ فرمایا میں تو اپنے برابر سے لڑتا ہوں۔ یہ بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ آپؓ ہی بتادیں۔ تو فرمایا ابوبکرؓ سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ جنگ بدر میں ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک حفاظت گاہ سی بنائی تھی۔ پھر ہم نے باہم کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی شخص کمربستہ رہے۔ تاکہ کوئی مشرک حملہ کی خواہش سے یہاں نہ آسکے۔ بخدا ہم سے کوئی شخص بھی اس کے لئے تیار نہیں ہوا تھا۔ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ''شمشیر بکف'' آگے بڑھ گئے اور ننگی تلوار لئے پہرہ دیتے رہے۔ اگر کوئی مشرک بری نیت سے آتا۔ تو آپ فوراً ہی اس پر جھپٹ پڑتے۔

آپؓ تمام صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ ابن عساکر نے عائشہؓ وعروہ بن زبیرؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپؓ اسلام قبول کرتے وقت چالیس ہزار دینار کے مالک تھے۔ سب کے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف کر دیا۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ تو اس وقت پانچ ہزار درہم سے زیادہ باقی نہ تھے۔ آپؓ نے تمام دولت مسلمان غلاموں کو آزاد کرنے میں اور اسلام کی مدد میں خرچ کر دی۔ ایک دن جرائیل امین علیہ السلام دری کی طرح ایک کپڑا اپنے سینے پر ڈالے ہوئے آئے، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جرائیل! یہ کیا حالت ہے؟

تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ اس طرح کا لباس پہن لو جیسا کہ صدیق اکبرؓ پہنے ہوئے ہیں۔ اکثر روایات میں آتا ہے کہ صدیق اکبرؓ نے اپنا پورا مال اور سرمایہ اسلام کی راہ میں خرچ کیا ہے۔ شیخ ابواسحاق نے اپنی کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تمام صحابہؓ میں سب سے بڑے عالم تھے۔ کیونکہ صحابہ جب کسی مشکل مسئلہ کا حل نہ کر سکتے تو اس کا صدیق اکبرؓ سے حل دریافت کر لیتے اور آپؓ کے فیصلہ کے مطابق ہی عمل کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عہد رسالت میں صدیق اکبرؓ فتویٰ دیا کرتے تھے اور صحابہؓ میں سب سے زیادہ بڑے عالم تھے۔ ابن کثیر کا بیان ہے کہ آپؓ سب سے زیادہ فصیح مقرر تھے۔ آپ تمام صحابہؓ میں نہایت اعلیٰ گفتار وکردار کے مالک تھے۔ عقل کامل کے حامل اور صائب الرائے تسلیم کئے گئے، عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں۔ میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دے رہا ہے کہ آپؐ ابوبکرؓ سے مشورہ کرتے رہیں۔

علمائے اہل سنت کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ سب سے زیادہ افضل وبرتر تھے۔ اور آپ کے بعد علی الترتیب فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ، عشرہ مبشرہ، اہل بدر، اہل احد، اہل حدیبیہ افضل ہیں۔ جن کو باقی دیگر پر برتری حاصل ہے، عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں ہم لوگ ابوبکرؓ کو برتر سمجھتے تھے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں میرے امتیوں کے ساتھ سب سے زیادہ مہربانی کرنے والے رحمدل ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ قرآن کریم میں بے شمار آیات صدیق اکبرؓ کی تعریف اور عظمت میں وارد ہوئی ہیں۔ اسی طرح بے شمار احادیث میں بھی آپؓ کی عظمت اور تعریف وارد ہوئیں۔

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت پر کچھ عرب مرتد ہوگئے اور انہوں نے کہا ہم تو نماز پڑھیں گے۔ لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ میں نے یہ واقعہ صدیق اکبرؓ سے بیان فرمایا۔ ''اے خلیفۃ الرسول! تالیف قلوب کے لئے لوگوں پر نرمی فرمادیں۔ کیونکہ یہ جانوروں کی مانند ہیں۔ صدیق اکبرؓ نے جواباً کہا۔ اے عمرؓ! تم سے تو مجھے امداد کی توقع تھی۔ تم یہ کمزوری کیوں دکھا رہے ہو۔ زمانہ جاہلیت میں تم بڑے قوت دار تھے، زمانہ اسلام میں یہ کمزوری کیسی؟

پھر فرمایا جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے۔ بخدا زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد کروں گا۔ یہاں تک وہ زکوٰۃ کی پوری رقم ادا کریں۔ اس طرح اس فتنہ کو دور کر دیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت کے بعد نفاق کی بلا پھوٹ پڑی اور منافقت نے سر اٹھایا۔ عرب مرتد ہونے لگے۔ انصار یکسو ہو کر بیٹھ گئے۔ اگر اتنی مصیبتیں مضبوط وبلند پہاڑوں پر پڑتیں تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے لیکن والد صدیق اکبرؓ نے نہایت مستعدی واستقلال سے مشکلات کا حل نکالا۔

پہلا فتنہ یہ اٹھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے؟ تو اس بارے میں سب ناواقف تھے۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو نبی جس مقام پر انتقال کرتا ہے۔ اسے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔ پھر فتنہ میراث اور ورثہ کا کھڑا ہوا، جس کے تصفیہ کے بارے میں سب دم بخود تھے۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم گروہ انبیا کا کوئی وارث نہیں اور ہماری میراث صدقہ ہے۔ اسی طرح مسیلمہ کذاب کے فتنہ کا بھی سدباب کر دیا۔ اسی طرح صدیق اکبرؓ نے اپنے زمانے میں قرآن کریم کو ایک مصحف پر جمع کر دیا۔

ابن شہاب فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ کے پاس ہدیہ کا گوشت آیا تھا، آپ حارث بن کلدہ کے ساتھ تناول فرما رہے تھے کہ حارثؓ نے کہا امیر المومنین! آپ نہ

کھائیں۔ مجھے اس میں زہر کی آمیزش معلوم ہو رہی ہے۔ آپ نے دونوں ہاتھ کھینچ لئے۔ مگر اسی روز سے دونوں صاحب مضمحل رہنے لگے۔ 7 جمادی الثانی 13 ہجری کو آپ نے غسل فرمایا۔ اسی روز سردی سے بخار ہو گیا اور پھر نہیں سنبھلے۔ جب تک جسم میں آخری توانائی تھی۔ مسجد میں تشریف لاتے اور نماز پڑھتے تھے لیکن جب مرض نے غلبہ پالیا تو حضرت عمرؓ کو بلا کر ارشاد فرمایا "آئندہ آپ نماز پڑھائیں" جب روح اقدس نے پرواز کی تو 22 جمادی الثانی 13 ہجری تاریخ تھی۔ دوشنبہ کا دن تھا اور مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا۔ عمر شریف 63 سال تھی۔ ایام خلافت 2 برس 3 مہینے اور 11 دن ہے۔ پاک زندگی کا خاتمہ اس کلام پر ہوا: (رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسْلِماً وَّالْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ)۔

(ترجمہ): "اے اللہ! مجھے مسلمان اٹھا اور اپنے نیک بندوں میں شامل کر۔"

آپ کی زوجہ محترمہ نے غسل دیا۔ عمر فاروقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد کے ساتھ قبر شریف اس طرح کھودی کہ آپ کا سر مبارک آپ کے دوش پاک کے سایہ رہے۔ عمرؓ، طلحہؓ، عثمانؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ نے میت کو آغوش لحد میں اُتارا اور ایک برگزیدہ شخصیت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت مسلمہ کی سب سے زیادہ مقبول، بزرگوار اور صالح شخصیت تھی، ہمیشہ کے لئے چشم جہاں سے اوجھل ہو گئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ●

بقیہ...... علم کی اہمیت

اگر تصوف سے علم کو نکال دیا جائے، تو وہ محض کھانے پینے کا نام بن کر رہ جائے، اگر تبلیغ سے علم نکل جائے، تو وہ سیر سپاٹے کا نام بن کر رہ جائے، اگر جہاد سے علم کو نکال دیا جائے تو وہ دہشت گردی، غارت گری اور بربریت کا نام بن کر رہ جائے، کوئی شریعت کا عمل ایسا نہیں کہ جس میں علم کی ضرورت نہ ہو۔

علم کی اہمیت کا اندازہ ہم پہلی نازل ہونے والی وحی سے بھی لگا سکتے ہیں کہ اس وحی میں کل پانچ آیات ہیں، جن میں ایک طرف انسان کی پیدائش کے مادے ذکر ہیں تو دوسری طرف انسان کے علم کا ذکر کر کے اشارہ کر دیا گیا کہ انسان کا مبدء خلق تو جما ہوا خون ہے، لیکن انسان کی انتہا علم ہے، اس کا کمال علم ہے، اس کی ترقی علم ہے اور علم ہی وہ دولت ہے جو قابل فخر ہے۔

جب علم کی اہمیت اس کا مقام اور مرتبہ ہمارے سامنے واضح ہو گیا، تو ہمیں چاہئے کہ اس مقدس اور نورانی علم کو حاصل کرنے میں کوئی کوتاہی غفلت نہ کریں، نیز ہر ایک چیز کو خاطر میں نہ لائیں جو اس راہ میں رکاوٹ بنے اور ہماری زبان پر جاری ہو۔

"رب زدنی علما، اللهم نور قلبی وزد قوة سمعی و بصری و حفظی، اللهم نور قلبی بعلمك، واستعمل بدنی بطاعتك، وبارك و سلم علیه"۔ ●●

بقیہ...... دنیا دارالعمل ہے

خدا مجرموں کو سزا دے سکتا ہے، گناہگاروں پر عذاب بھیج سکتا ہے، وہ غالب اور قہار ہے لیکن اس کے ساتھ وہ غفور و غفار بھی ہے اور رحمان اور رحیم بھی۔

دنیا میں دل لگا کر آخرت سے غافل نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ موت کو جو اس کی اصل حقیقت ہے کہ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے جب بھی آئے تحفہ سمجھنا چاہئے۔ سورۃ التکاثر میں حکم ہے "دنیا سے دل نہ لگانا چاہئے بلکہ اعمال صالحہ بجالاتے رہنا چاہئے اور دیکھتے رہنا چاہئے" ارشاد خداوندی ہے:

"تم دیکھو کہ تم نے کل آخرت کیلئے کیا اچھے عمل آگے بھیجے ہیں۔" (الحشر: 18)

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے "جن لوگوں نے کہا (محض زبان سے نہیں بلکہ قلب سلیم سے) ہمارا پالنے والا اور ادنیٰ سے اعلیٰ اور ارفع تک پہنچانے والا ہمارا رب ہے اور (اس کا کوئی شریک نہیں) تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ کچھ حزن۔"

ایک مومن کے لئے اس قدر بشارتیں جو اس کے رب نے دی ہیں اور جس کے وعدوں میں ذرہ بھر بھی شک نہیں ہو سکتا۔ اس طرح مومن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے موت کے تحفے پر خوش ہونا چاہئے کہ اس کی روح کا قفس عنصری میں قید کا دور ختم ہوا اور اس کی آزادی کا سورج طلوع ہوا اس میں وہ اپنے عاشق کے حسن و جمال اور اس کے لقاء اور دیدار اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہوگا۔ ●●

مولانا مدثر جمال تونسوی

تقویٰ اور اس کے ثمرات

پاکیزگی اور طہارت ایک ایسی صفت ہے جو ہر مہذب اور شائستہ قوم کے ہاں پسندیدہ خصائل میں شمار کی جاتی ہے اور اس کے برعکس ناپاکی، گندگی اور نجاست وخباثت ایسی بری خصلتیں ہیں جنہیں ہر قوم وملت کے ہاں ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ طہارت اور پاکیزگی کا ایک تعلق انسان کے ظاہر کے ساتھ ہے اور ایک تعلق انسان کے باطن کے ساتھ ہے۔ یہ دو ایسے تعلق ہیں جو دو قوموں کو الگ الگ کر دیتے ہیں: وہ قوم جو نورِ وحی سے محرم ہو، اس کے ہاں ظاہری صفائی کا اہتمام تو ملتا ہے لیکن باطنی پاکیزگی کا اس کے ہاں کوئی تصور نہیں پایا جاتا، جب کہ وہ قوم نور الٰہی کی روشن کرنوں سے مستفید ہو اس کے ہاں جس طرح ظاہری پاکیزگی اہم ہے، اس سے کہیں بڑھ کر ان کے ہاں باطنی پاکیزگی کی اہمیت ہے۔ انسان ظاہری نجاست سے بچنے کا اہتمام کرے تو یہ "طہارت" ہے اور اگر باطنی نجاستوں اور خباثتوں سے خود کو بچائے تو یہ "تقویٰ" ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"بعض علمائے ربانی فرماتے ہیں کہ نجات کا مدار دو اجزا پر ہے: اوامر کا بجالانا اور نواہی سے رُک جانا۔ اور ان دونوں اجزاء میں سے آخری جز زیادہ عظمت والا ہے، جس کو ورع وتقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کا ذکر عبادت واجتہاد کے ساتھ اور دوسرے شخص کا ذکر ورع کے ساتھ کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ورع یعنی پرہیزگاری کے برابر کوئی چیز نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملاك دینكم الورع (تمہارے دین کا مقصود پرہیزگاری ہے) اور فرشتوں پر انسان کی فضیلت اسی جز سے ثابت ہے اور قرب کے درجوں پر ترقی بھی اسی جز سے ثابت ہوتی ہے، کیونکہ فرشتے جزِ اول میں شریک ہیں اور ترقی ان میں مفقود ہے۔ پس ورع و تقویٰ کے جز کا مدنظر رکھنا اسلام کے اعلیٰ ترین مقاصد اور دین کی اشد ضروریات میں سے ہے۔" (مکتوب 76، جلد اول)

درج بالا عبارت سے تقویٰ کے بارے میں درج ذیل نکات حاصل ہوتے ہیں:

1- انسان کی نجات کا مدار دو اجزا پر ہے: اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے منع کردہ باتوں سے رک جانا۔

2- اللہ تعالیٰ کی منع کردہ باتوں سے رک جانا زیادہ عظمت اور اہمیت رکھتا ہے۔

3- اسی تقویٰ اور پرہیزگاری کے سبب انسان کو فرشتوں پر برتری حاصل ہے، کیونکہ اوامر کو پورا کرنے میں تو فرشتے بھی انسان کے شریک کار ہیں۔

4- قرب الٰہی کے اعلیٰ درجات کا ملنا اس تقویٰ کی بدولت ہے۔

5- تقویٰ کو مدنظر رکھنا اسلام کے اعلیٰ مقاصد میں سے ہے۔

قرآن کریم نے تقویٰ کے موضوع کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، تقویٰ کی حقیقت اور ضرورت کو بھی اجاگر کیا ہے اور اس تقویٰ پر ملنے والے عظیم انعامات بھی کافی تفصیل کے ساتھ گنوائے ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم قارئین کی خدمت میں ان ثمرات اور فوائد کو بیان کریں، جو تقویٰ اختیار کرنے پر انسان کو ملتے ہیں اور ان انعامات کو بیان بھی قرآن نے کیا ہے، یہ جانتے ہیں کہ تقویٰ حاصل کیسے ہوتا ہے اور اس کے حصول کے لئے کن چیزوں سے بچنا لازمی اور ضروری ہے؟ کیونکہ تقویٰ کا لغوی معنیٰ

"بچنا" ہے اور اس ضمن میں علمائے کرام نے مختلف اقوال نقل فرمائے، جن کا خلاصہ یوں ہے:

1- تقویٰ، یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا۔
2- تقویٰ، یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنا۔
3- تقویٰ، یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا۔

حصول تقویٰ کے دس اسباب

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حصول تقویٰ کے لئے دس چیزوں کو لازمی قرار دیا ہے، جس شخص کو وہ دس باتیں حاصل ہوجائیں تو اسے تقویٰ حاصل ہوگیا اور جو ان سے محروم ہے تو وہ تقویٰ کی عظیم نعمت سے بھی محروم ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

"جب تک انسان اِن دس چیزوں کو اپنے اوپر فرض نہ کرلے تب تک کامل ورع (تقویٰ) حاصل نہیں ہوتا۔ 1-زبان کو غیبت سے بچائے۔ 2-بدظنی سے بچے۔ 3-مسخرہ پن یعنی ہنسی ٹھٹھے سے پرہیز کرے۔ 4-حرام سے آنکھ بند رکھے۔ 5-سچ بولے۔ 6-ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کا احسان جانے تاکہ اس کا نفس مغرور نہ ہو۔ 7-اپنا مال راہ حق میں خرچ کرے اور راہ باطل میں خرچ کرنے سے بچے۔ 8-اپنے نفس کے لئے بلندی اور بڑائی طلب نہ کرے۔ 9-نمازوں کی محافظت کرے۔ 10-اہل سنت و جماعت (عقائد) پر استقامت اختیار کرے۔"

(مکتوب 66، جلد دوم)

تقویٰ اور محبت الٰہی

قرآن مجید نے تقویٰ کے ثمرات میں سے ایک ثمرہ یہ بیان کیا ہے کہ اس سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ) (آل عمران:76)

ہاں! جو شخص (اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے) اپنے اقرار کو پورا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو بے شک اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

دنیا وآخرت میں رحمت کا سبب

انسان قدم قدم پر اپنے رب کی رحمت کا محتاج ہے اور وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہیں جنہیں اپنے رب کی رحمت سے کچھ حصہ نصیب ہوجائے۔ البتہ ایک بات یہاں یاد رکھی جائے کہ ایک رحمت تو وہ ہے جو دنیا میں ہر انسان کو حاصل ہے، خواہ کافر ہو یا مسلمان اور اسی رحمت کا ثمرہ ہے کہ جس طرح مسلمانوں کو دنیا میں دنیوی نعمتیں ملتی ہیں، اسی طرح کافروں کو بھی دنیوی نعمتیں ملتی رہتی ہیں، مگر آخرت میں انعامات اور رحمت صرف اہل ایمان کو ملے گی اور کافر اس دن سوائے افسوس کچھ نہ کرپائیں گے۔ یہ دنیوی اور اخروی رحمت جن خوش نصیبوں کو ملتی ہیں ان کی ایک صفت تقویٰ ہے۔ قرآن بیان کرتا ہے:

(وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ) (الاعراف:156)

ترجمہ: اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ چنانچہ میں یہ رحمت (مکمل طور پر) اُن لوگوں کے لئے لکھوں گا جو تقویٰ اختیار کریں اور زکوۃ ادا کریں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھیں۔

مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو میری رحمت سے سب کو رزق وغیرہ مل رہا ہے، لیکن جن لوگوں کو دنیا اور آخرت دونوں میں میری رحمت حاصل ہوگی وہ صرف وہ لوگ ہیں جو ایمان اور تقویٰ کی صفات کے حامل ہوں اور جنہیں مال کی محبت زکوۃ جیسے فریضے کی ادائیگی سے نہ روکے۔" (آسان ترجمہ قرآن)

معیت اور نصرت الٰہی کا سبب

تقویٰ اختیار کرنے سے ایک اہم فائدہ یہ ملتا ہے کہ اہل ایمان کو شیطان، نفس اور دیگر دشمن، مثلاً کفار و منافقین کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی معیت، نصرت اور تائید حاصل ہوجاتی ہے، جس سے وہ ان دشمنوں کی کارستانیوں اور ریشہ دوانیوں سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ) (النحل:128)

ترجمہ: یقین رکھو کہ اللہ ان کا ساتھی ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو احسان پر عمل پیرا ہیں۔

خطرات سے حفاظت اور امان کا سبب

دنیا میں کتنے شریر وفتنہ پرور انسان اور جنات ہیں جو اہل ایمان کے جان ومال اور ایمان و اعمال صالحہ کو تباہ کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں، اس صورت میں ضرورت ہے کہ کوئی ایسا محفوظ قلعہ ہو جہاں انسان کو ان خطرات سے پناہ ملے اور آخرت میں ناکامی سے حفاظت ہوجائے تو ایسا محفوظ قلعہ تقویٰ ہے۔ قرآن کریم بتاتا ہے۔

(وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ) (الزمر:61)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے، اللہ ان کو نجات دے کر ان کی مراد کو پہنچادے گا، انہیں کوئی تکلیف چھوئے گی بھی نہیں اور نہ انہیں کسی بات کا غم ہوگا۔

نور بصیرت اور تقویٰ

مومن کو اللہ تعالیٰ ایسا نور بصیرت عطا فرماتے ہیں جس سے وہ اپنے نفع ونقصان کو اچھی طرح پہچان لیتا ہے اور پھر اسے نفع بخش امور کی توفیق مرحمت کردی جاتی ہے اور اس کے دل میں نقصان دہ امور کی نفرت ڈال دی جاتی ہے۔ یہ نور بصیرت خاص اہل ایمان کو نصیب ہوتا ہے اور یہ خاص اہل ایمان وہ ہیں جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ قرآن مجید کا یہ بیان ملاحظہ کریں:

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ، تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا فرمائے اور تمہارے لئے وہ نور پیدا کرے جس کے ذریعے تم چل سکو اور تمہاری بخشش فرمادے۔ اور اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔ (الحدید:28)

اس آیت میں جس نور کے ملنے کا تذکرہ ہے اس سے دو قسم کا نور مراد ہے:

1-دنیا میں نور، یعنی ایمان اور اعمال اور بصیرت قرآنی کا نور، جو انسان کو حق پر قائم رکھتا ہے، خواہ ایسا شخص دنیا کے کسی بھی کونے میں چلا جائے، یہ نور اس کے ساتھ رہتا ہے۔

2-آخرت میں نور، یعنی جب انسان پل صراط سے گزرنے لگے گا تو یہ نور اس کے لئے روشنی پیدا کرے گا تاکہ اس کے لئے چلنا آسان ہوجائے۔

تقویٰ سے گناہوں کی خطرناکی کا ادراک

انسان کے لئے گناہ اس قدر خطرناک نہیں ہے جس قدر گناہ کی ہولناکی اور نقصانات سے غفلت خطرناک ہے، کیونکہ اس طرح انسان گناہوں میں ڈوبتا چلا جاتا ہے اور اس کے دل میں ان کے نقصانات کا وسوسہ تک نہیں آتا اور یوں وہ توبہ اور استغفار سے یکسر غافل ہوجاتا ہے اور اس طرح ایسا انسان نافرمانیوں کا بوجھ لئے اس دنیا سے چلا جاتا ہے اور توبہ کے بغیر مرجاتا ہے اور یہ کسی انسان کے لئے بڑی سخت بدبختی ہے کہ وہ توبہ اور استغفار سے محروم رہ کر اس دنیا سے گیا ہو۔ ہاں! جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں وہ بے شک معصوم تو نہیں بن جاتے لیکن اس تقوے کی برکت سے انہیں گناہوں کی خطرناکی کا ادراک ہوجاتا ہے اور یہ احساس ہوتے ہی وہ فوراً توبہ اور استغفار کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں، جس سے اللہ کی رحمت ان کی طرف متوجہ ہوجاتی ہے اور وہ اللہ کی ناراضی

سے بچ جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے یوں سمجھایا ہے: (ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون)

(الاعراف:201)

ترجمہ: جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے انہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آکر چھوتا بھی ہے تو (اللہ کو) یاد کرلیتے ہیں، چنانچہ اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

''گناہ کی خواہش نفس اور شیطان کے اثرات سے بڑے بڑے پرہیزگاروں کو بھی ہوتی ہے، لیکن وہ اس کا علاج اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں حاضری کا دھیان کرتے ہیں، اس کے نتیجے میں ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، یعنی ان کو گناہوں کی حقیقت نظر آجاتی ہے اور اس کے نتیجے میں وہ گناہ سے بچ جاتے ہیں اور اگر کبھی غلطی ہو بھی جائے تو توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے۔'' (آسان ترجمہ قرآن)

گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا حصول

سورۃ الطلاق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا)

(الطلاق:5)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے گناہوں کو معاف کردے گا اور اس کو زبردست ثواب دے گا۔

رزق اور دیگر بھلائیوں میں وسعت کا سبب

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرلیتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین دونوں طرف سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔

(الاعراف:96)

مشکلات سے نجات اور تمام خزانوں کی کنجی

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا، وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ).

(سورۃ الطلاق:2)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا اور ایسی جگہ سے روزی دے گا جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

''یعنی اللہ سے ڈر کر اس کے احکام کی بہرحال تعمیل کرو، خواہ کتنی ہی مشکلات و شدائد کا سامنا کرنا پڑے، حق تعالیٰ تمام مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنادے گا اور سختیوں میں بھی گزارہ کا سامان کردے گا۔ اللہ کا ڈر دارین کے خزانوں کی کنجی اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے۔ اسی سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں، بے قیاس و گمان روزی ملتی ہے، گناہ معاف ہوتے ہیں، جنت ہاتھ آتی ہے، اجر بڑھتا ہے اور ایک عجیب قلبی سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے، جس کے بعد کوئی سختی، سختی نہیں رہتی اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمام دنیا کے لوگ اس آیت کو پکڑ لیں تو ان کو کافی ہو جائے۔'' (تفسیر عثانی)

اچھے انجام کا سبب

دنیا اور آخرت میں انسان کو اچھا نتیجہ اور اچھا بدلہ مل جائے تو اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے؟ قرآن بتلاتا ہے کہ یہ نعمت بھی تقویٰ سے ملتی ہے: (فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ)

(ہود:49)

ترجمہ: صبر سے کام لو اور آخری انجام متقیوں ہی کے حق میں ہوگا۔

اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ راہ حق میں آنے والی تکالیف، شدائد اور

مصائب اور مخالفتوں سے گھبرانا نہ چاہئے کہ یہ سب آزمائش کا ذریعہ ہیں، جو لوگ ان آزمائشوں میں پورا اترتے ہیں تو آخرکار فیصلہ انہی کی کامیابی کا ہوتا ہے اور انجام کار وہی سرخرو ٹھہرتے ہیں۔

قرآن سے استفادے کا سبب تقویٰ ہے

قرآن کلام الٰہی ہے، اس میں نور، ہدایت، شفا، علم، رشد و ارشاد اور حقائق و معارف کا ایک انمٹ جہاں ہے، مگر یہ سب فوائد اسی کو حاصل ہوتے ہیں جو اپنے دل میں اللہ کا ڈر اور تقویٰ پیدا کرلے۔ قرآن نے صاف بیان کیا ہے: (هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ)

(آل عمران:138)

ترجمہ: یہ (قرآن) تمام لوگوں کے لئے واضح اعلان ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت۔

انبیائے کرام اور ان کے سچے پیروکاروں کی صفت

تقویٰ ایک ایسا وصف ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی تصدیق کرنے والے سچے پیروکاروں کی صفت ہے، چنانچہ جو مسلمان اس صفت کو اپناتا ہے وہ ان کے ساتھ شمار ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے:

(وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ)

(الزمر:33)

ترجمہ: اور جو لے کر آیا سچی بات مانا جس نے اس کو، وہی لوگ متقی ہیں۔

اعمال کی اصلاح اور مغفرت کا سبب

قرآن کریم نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سچی بات کہا کرو، اللہ تمہارے فائدے کے لئے تمہارے کام سنوار دے گا اور تمہارے گناہوں کی مغفرت کردے گا۔

(الاحزاب:70،71)

متقین کا ٹھکانہ جنت ہے

قرآن کریم نے تقویٰ کا ایک فائدہ یہ بیان کیا ہے: (اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ) (القلم:34)

ترجمہ: بے شک متقیوں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمتوں بھرے باغات ہیں۔

ممکن ہے کہ کسی مسلمان کے دل میں یہ خیال گزرے کہ اس فتنہ پرور ماحول میں ایسا تقویٰ اختیار کرنا کیسے ممکن ہے؟ جہاں ہر چہار جانب گناہوں کے اسباب و وسائل انسان کے دین و ایمان اور اعمال صالحہ کو گھائل کئے جارہے ہیں؟ تو آخر میں اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے وہ عبارت پیش کرتا ہوں جس میں اس وسوسے کا بہترین جواب حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اپنے مکتوبات (مکتوب 66، دفتر دوم) میں یوں بیان فرمایا ہے:

''اے میرے مخدوم ومکرم! اور اے شفقت ومکرمت کی نشانیوں والے! اگر تمام گناہوں سے توبہ میسر ہو جائے اور تمام محرمات اور مشتبہات سے ورع و تقویٰ حاصل ہو جائے تو بڑی اعلیٰ دولت اور نعمت ہے، ورنہ بعض گناہوں سے توبہ کرنا اور بعض محرمات سے بچنا بھی غنیمت ہے۔ شاید ان بعض کی برکات و انوار بعض دوسروں میں بھی اثر کر جائیں اور تمام گناہوں سے توبہ و ورع کی توفیق نصیب ہو جائے۔ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ (جو چیز ساری حاصل نہ ہو اس کو بالکل ہی ترک نہ کرنا چاہئے)۔

اللھم وفقنا لمرضاتک، وثبتنا علی دینک و علی طاعتک، بصدقۃ سیدالمرسلین، وقائد الغر المحجلین، علیہ و علیھم و علی آل کل من الصلوات افضلھا، و من التسلیمات اکملھا۔

مفتی محمد اللہ خلیلی قاسمی

رزق میں برکت کیسے ہو؟

اٹھارہویں صدی میں یورپ کے اقتصادی انقلاب کے بعد جب سے دنیا کا معاشی نظام کفروالحاد کے ہاتھوں میں آیا، تب لوگوں کی سوچ کا دھارا بدل گیا۔ پہلے جب تجارت ومعاملات میں مذہب کا عمل دخل تھا، لوگوں کی ذہنیت امانت ودیانت اور فکرآخرت سے معمور تھی، لوگ اگر ایک طرف رزق کے حصول کی تدبیریں کرتے تھے، تو دوسری طرف رازق کائنات پر توکل کرتے تھے اور اس کی رضا جوئی کے لئے کوشاں رہتے تھے، مگر آج دنیا کا نقشہ بدل چکا ہے، چاروں طرف کفرومادیت کا دوردورہ ہے، پورا کا پورا اقتصادی ومعاشی نظام غیر اسلامی بنیادوں پر کھڑا ہوا ہے، اسی لئے مذہبی قدریں اور دینی روایات پامال ہورہی ہیں، ہر شخص جائز و ناجائز کسی بھی طریقے سے دولت اکٹھا کرنے کی دھن میں ہے اور تو اور، خود مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ حصول رزق کے لئے اسلامی تعلیمات کو بلائے طاق رکھنے میں کوئی بار محسوس نہیں کرتا، ان کے دلوں میں (معاذ اللہ) یہ خیال گھر کرچکا ہے کہ اسلامی احکامات کی پیروی کرتے ہوئے اقوام عالم کی طرح دولت نہیں کمائی جاسکتی، حالانکہ یہ ایک نہایت بے ہودہ اور مہمل خیال ہے، اسلام نے دنیا کو ایک مکمل اور دائمی نظام حیات پیش کیا ہے، جو ہر طرح کے حالات مین اس کی ہمہ جہت رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے، عوام تو عوام، اچھے خاصے مذہبی لوگ بھی حصول رزق کے لئے حیران وپریشان نظرآتے ہیں، لیکن ان کی نظر کبھی ان اعمال کی طرف نہیں جاتی، جنہیں اللہ تعالیٰ نے کشادگی رزق اور کثرت مال کا سبب قرار دیا ہے، قرآن وحدیث میں بہت سے ایسے اعمال کی طرف واضح اشارہ موجود ہے، جو رزق میں برکت اور دولت میں فراوانی کا باعث ہیں، ہم درج ذیل سطور میں مختصراً دس اصول پیش کرتے ہیں، جن کی بجاآوری پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق میں برکت وفراوانی کا وعدہ ہے:

قرآن پاک میں کئی مقامات پر توبہ و استغفار کے ذریعہ رزق میں برکت اور دولت میں فراوانی کا ذکر ہے، حضرت نوح علیہ السلام کا قول نقل کیا گیا ہے: (**فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفاراً، یرسل السماء علیکم مدراراً**) سورۃ النوح، آیت: 10-11)

”میں نے ان (قوم) سے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر خوب بارش برسائے گا، تمہیں مال واولاد کی فراوانی بخشے گا، تمہارے لئے باغ پیدا کرے گا اور نہریں جاری کرے گا۔“

اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو استغفار کی دعوت دی۔ (**یقوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یرسل السماء علیکم مدراراً و یزدکم قوۃ الی قوتکم ولا تتولوا مجرمین**)۔ (سورہ ہود، آیت: 52)

”اور اے میری قوم کے لوگو! اپنے رب سے معافی مانگو، پھر اپنے رب سے رجوع کرو، وہ تم پر خوب برسنے والے بادل بھیجے گا اور تمہاری قوت میں مزید اضافہ کرے گا اور (دیکھو) مجرم بن کر منہ نہ پھیرو۔“

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص بکثرت استغفار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے چھٹکارا اور ہر تنگی سے کشادگی عنایت فرماتے ہیں اور اسے ایسی راہوں سے رزق عطا فرماتے ہیں، جس کا اس کے وہم وگمان میں گزرتک نہیں ہوتا۔“ (ابوداؤد: 1518)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے ساتھ طلب بارش کے لئے نکلے، آپ صرف استغفار کرکے واپس آگئے، لوگوں نے عرض کیا حضرت! ہم نے آپ کو استسقاء کی دعا کرتے سنا ہی نہیں، آپ نے فرمایا میں نے آسمان سے بارش برسانے والے سے بارش طلب کی ہے، پھر آپ نے آیت کریم تلاوت فرمائی۔ امام حسن بصریؒ ہر اس شخص کو استغفار کا حکم دیتے جو آپ سے خشک سالی، فقر، اولاد کی کمی اور باغات سوکھنے کی شکایت کرتا۔

توبہ واستغفار کی حقیقت یہ ہے کہ انسان گناہ کو گناہ سمجھ کر چھوڑ دے، اپنے کئے پر شرمندہ ہو، آئندہ ترک معصیت کا پختہ عزم کرے اور جہاں تک ممکن ہو اعمال خیر سے اس کا تدارک کرے، اگر اس گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہو، تو اس کی توبہ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ صاحب حق سے معاملہ صاف کرے۔ ان شرائط کے بغیر توبہ بے حقیقت ہے۔

تقویٰ وپرہیز گاری

تقویٰ اللہ کے احکام پر عمل اور ممنوعات سے اجتناب کا نام ہے، تقویٰ ان امور میں سے ایک ہے، جن سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (**ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً، ویرزقہ من حیث لا یحتسب**)۔ (سورہ طلاق، آیت: 3,2)

”جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ نکال دے گا اور اس کو وہاں سے زرق دے گا، جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں کشادگی رزق کے متعلق یہ سب سے مہتم بالشان آیت ہے، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (**ولو ان اھل القری آمنوا و اتقوا لفتحنا علیھم برکت من السماء والارض و لکن کذبوا فاخذنھم بما کانوا یکسبون**)۔ (سورۃ الاعراف: 96)

”اور اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے، تو ہم آسمان و زمین کی برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیتے، لیکن انہوں نے جھٹلایا اس لئے ہم نے ان کی کمائی کی پاداش میں ان کو پکڑ لیا۔“

سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (**ولو انھم اقاموا التورلۃ و الانجیل و ما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم و من تحت ارجلھم، منھم امۃ مقتصدۃ، وکثیر منھم فاسقون**)۔ (سورہ مائدہ: 66)

”اگر وہ تورات اور انجیل اور اس (کتاب) کو جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی ہے قائم کرتے، تو انہیں اوپر سے بھی رزق ملتا اور ان کے قدموں کے نیچے سے بھی، ان میں ایک گروہ ضرور راہ راست پر ہے، لیکن زیادہ تر لوگ ایسے ہیں جو فسق وفجور کے مرتکب ہیں۔“

اوپر سورۃ الاعراف کی آیت میں لفظ ”برکات“ استعمال کیا گیا ہے، جو برکت کی جمع ہے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ برکتیں مختلف انواع واقسام کی ہوا کرتی ہیں، نیز یہ بات قابل ذکر ہے کہ برکت مطلب کثرت مال نہیں، بلکہ کفایت مال ہے، ورنہ بہت سے لوگ کثرت مال کے باوجود معاشی تنگی کا رونا روتے ہیں اور معاشی طور پر بہت سے بہ ظاہر درمیانی درجے کے لوگ انتہائی اطمینان سے زندگی گزارتے ہیں، امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں آسمان کی برکت سے مراد بارش اور زمین کی برکت سے مراد نباتات، میوہ جات، مویشی، چوپایوں کی کثرت اور امن وسلامتی ہے، کیونکہ آسمان باپ اور زمین ماں کے قائم مقام ہے اور مخلوق خدا کی تمام بھلائیوں اور منافع انہیں دونوں سے وابستہ ہیں، امام خازنؒ کے بقول برکت کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز میں من جانب اللہ خیر پائی جائے۔

عبادت خداوندی میں انہماک

اس سے مراد یہ ہے کہ عبادت کے دوران بندہ کا دل وجسم دونوں حاضر رہیں، اللہ کے حضور میں خشوع وخضوع کا پاس رکھے، اللہ کی عظمت ہمیشہ اس کے دل ودماغ میں حاضر رہے، حضرت ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! میری عبادت میں منہمک رہو، میں تیرا دل غنا سے بھردوں گا اور تمہاری محتاجگی کا دروازہ بند کروں گا، اگر تم نے ایسا نہیں کیا، تو تمہارے ہاتھوں کو کثرت مشاغل سے بھردوں گا اور تمہاری محتاجگی کا دروازہ بند نہیں کروں گا۔“ (ابن ماجہ، ج: 4107)

توکل علی اللہ

ارشاد باری ہے: (**ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شیء قدراً**) (سورۂ طلاق: 3)

جو اللہ پر بھروسہ کرے گا، تو وہ اس کے لئے کافی ہوگا اللہ اپنا کام پورا کرکے رہتا ہے، اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ (وقت) مقرر کررکھا ہے۔

حضرت عمر ابن الخطابؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اگر تم حسن وخوبی کے ساتھ اللہ پر توکل کرو، تو تمہیں اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے، وہ صبح کے وقت خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کے وقت آسودہ ہو کر لوٹتے ہیں۔"

(مسند احمد، ج:205)

امام غزالیؒ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ اللہ پر دل کے اعتماد کو توکل کہتے ہیں، علامہ مناویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پر بھروسہ اور اپنی طرف سے عاجزی کے اظہار کو توکل کہتے ہیں۔ ملا علی قاریؒ کے بقول اس بات کا یقین کہ موجودات میں صرف اللہ کی ذات مؤثر ہے، کسی چیز کا نفع، نقصان، امیری، غریبی، صحت، مرض، حیات اور موت وغیرہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

توکل کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ کسب معاش کی تمام کوششوں کو ترک کر دیا جائے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہا جائے، خود حدیث مذکور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پرندوں کی مثال پیش کی ہے کہ وہ تلاش رزق میں صبح سویرے نکل جاتے ہیں، پرندوں کا صبح سویرے اپنے آشیانوں سے نکلنا ہی ان کی کوشش ہے، ان کی انہیں کوششوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو شام کے وقت آسودہ وسیراب واپس کرتے ہیں، لہٰذا اسباب کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے، بلکہ اسباب اختیار کرنا عین تقاضائے شریعت ہے، ایک مرتبہ ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اپنی اونٹنی کو چھوڑ دوں اور توکل کرلوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسے باندھو، پھر توکل کرو۔ (مسند الشہاب، حدیث نمبر:14633/368)

اللہ کے راستے میں خرچ کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:(وما انفقتم من شیء فھو یخلفہ وھو خیر الرازقین)۔(سورۃ سبا:39)

"اور جو کچھ تم خرچ کروگے اس کا اجر اس کے پیچھے آئے گا اور وہ بہترین رازق ہے۔"

دوسری جگہ فرمان جاری ہے: (الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء، واللہ یعدکم مغفرۃ منہ و فضلاً، واللہ واسع علیم)

(سورۃ البقرۃ:268)

"شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کے کاموں کی ترغیب دیتا ہے، مگر اللہ اپنی طرف سے مغفرت اور فضل (رزق میں کشادگی اور برکت) کا وعدہ کرتا ہے، اللہ بڑی وسعت والا اور بڑا علم والا ہے۔"

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے ابن آدم! خرچ کر، میں تیرے اوپر خرچ کروں گا۔"

(ابن ماجہ، ج:2123)

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا: "اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے سے افلاس کا خوف نہ کرو۔"

(مشکوٰۃ، ج:1885)

طالبان علوم اسلامیہ پر خرچ کرنا

امام ترمذیؒ اور حاکمؒ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بھائی تھے، ایک بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں علم ومعرفت حاصل کرنے آیا کرتا تھا اور دوسرا بھائی کسب معاش میں لگا ہوا تھا، بڑے بھائی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بھائی کی شکایت کی (کہ میرا بھائی کسب معاش میں میرا تعاون نہیں کرتا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ تمہیں اسی کی برکت سے رزق دیا جاتا ہو۔ (ترمذی، ج:2448)

علماء نے لکھا ہے کہ علوم اسلامیہ میں مشغول رہنے والے لوگ درج ذیل آیت کریمہ کے مفہوم میں داخل ہیں: (للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف، تعرفھم بسیمھم، لا یسئلون الناس الحافا، و ماتنفقوا من خیر فان اللہ بہ علیم)

(سورۃ البقرۃ:273)

"اعانت کے اصل مستحق وہ حاجت مند ہیں، جو اللہ کی راہ میں ایسے گھر گئے ہیں کہ زمین میں دوڑ دھوپ نہیں کرسکتے، بے خبر آدمی ان کی خودداری دیکھ کر انہیں غنی خیال کرتا ہے، تم ان کو ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہو، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے اور

جو مال تم خرچ کروگے اللہ اس کو جانتا ہے۔"

صلہ رحمی واقربا پروری

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جسے وسعت رزق اور درازیٔ عمر کی خواہش ہو اسے رشتہ داروں کے ساتھ بہتر برتاؤ کرنا چاہئے۔" (صحیح البخاری، کتاب الادب، حدیث:5985)

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جسے درازیٔ عمر، وسعت رزق اور بری موت سے چھٹکارا پانے کی خواہش ہو، اسے اللہ سے ڈرنا چاہئے اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے۔" (مسند احمد، حدیث:1212)

رحم سے مراد رشتہ دار ہیں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں رحم کا اطلاق رشتہ داروں پر ہوتا ہے، خواہ ان کے درمیان وراثت اور محرمیت کا تعلق ہو یا نہ ہو، صلہ رحمی کا جامع مفہوم یہ ہے کہ حسب وسعت رشتہ داروں کے ساتھ خیرخواہی اور بھلائی کا معاملہ کیا جائے اور شرور وفتن سے انہیں محفوظ رکھا جائے۔

کمزوروں کے ساتھ حسن سلوک

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندوں کو ان کے کمزوروں کی وجہ سے رزق ملتا ہے اور ان کی مدد کی جاتی ہے، حضرت مصعب بن سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ سعدؓ نے دیکھا کہ انہیں دیگر لوگوں پر فضیلت حاصل ہے، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کمزوروں کے طفیل ہی تم کو رزق ملتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔" (بخاری، کتاب الجہاد والسیر:108، 14/179)

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم لوگ میری رضا اپنے کمزوروں کے اندر تلاش کرو، کیونکہ تمہیں کمزوروں کی وجہ سے رزق ملتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔" (مسند احمد، 5/198، ابوداؤد، حدیث:2591، ترمذی، ابواب الجہاد، 1754)

یکے بعد دیگرے حج وعمرہ کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پے درپے حج وعمرہ کرو، کیونکہ یہ فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کردیتے ہیں، جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کچیل کو دور کردیتی ہے اور حج مبرور (مقبول) کا بدلہ صرف جنت ہے۔" (مسند احمد، حدیث:73669، ترمذی، حدیث:807)

اللہ کے راستے میں ہجرت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغماً کثیراً وسعۃ)۔

(سورۃ النساء:100)

"جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت سے ٹھکانے اور بڑی وسعت پائے گا۔"

ہجرت دارالکفر (جہاں امور ایمان کی ادائیگی کی آزادی مسلوب ہو) سے دارالایمان کی طرف نکلنے کو کہتے ہیں، حقیقی ہجرت اس وقت ہوگی جب مہاجر کا ارادہ اللہ کا دین قائم کرکے اسے خوش کرنا ہو اور ظالم کافروں کے خلاف مسلمانوں کی مدد کرنی ہو۔

یہ وہ دس اصول ہیں جن کے بارے میں قرآن وحدیث میں وضاحت ہے کہ ان سے بندہ کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی تنگی دور کردی جاتی ہے، لیکن انسان کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اصل بے نیاز تو اللہ کی ذات ہے، انسان کی بے نیازی یہ ہے کہ وہ اس غنی ذات کے سوا پوری دنیا سے بے نیاز ہوجائے اور یہ سمجھ لے کہ جو کچھ ملے گا اس سے ملے گا، غیر کے آگے ہاتھ پھیلانا بے کار ہے۔ خدا کی رزاقیت و کارسازی کا یقین دلوں کو قناعت وطمانیت کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔ قانع شخص کسی کے زر وجواہر پر نظر نہیں رکھتا، بلکہ اس کی نگاہ ہمیشہ پروردگار عالم کی شان ربوبیت پر رہتی ہے، مال ودولت کی حرص کا خاتمہ نہیں ہوتا، اس لئے قناعت ضروری ہے، کیونکہ یہی باعث سکون واطمینان ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تونگری مال واسباب کی کثرت کا نام نہیں، بلکہ اصل تونگری دل کی تونگری ہے۔ حضرت ابوذرؓ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ "ابوذر! تمہارے خیال میں مال کی کثرت کا نام تونگری ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! پھر فرمایا: تو تمہارے خیال میں مال کی قلت کا نام محتاجی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: استغناء دل کی بے نیازی ہے اور محتاجی دل کی محتاجی ہے۔"

(فتح الباری، ج:11، ص:232)

رازدار رسول حضرت حذیفہ بن یمانؓ

حکیم محمود الحسن معاویہ

"تم چاہو تو مہاجرین میں شامل ہوجاؤ اور اگر چاہو تو انصار میں شمولیت اختیار کرلو، تمہیں اختیار ہے دونوں میں سے جو بھی پسند ہو، اپنالو۔"

یہ ہیں وہ الفاظ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے اس وقت فرمائے تھے جب وہ پہلے پہل دربار رسالت مآب میں حاضر ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت یمان مکی تھے اور قبیلہ بنی عبس سے تعلق رکھتے تھے، جب آفتاب اسلام جزیرہ نمائے عرب پر ضوفگن ہوا تو حضرت یمانؓ بنوعبس کے دس افراد پر مشتمل اس وفد کے ایک رُکن تھے، جس نے بارگاہ نبوت میں باریاب ہوکر اپنے اسلام کا اظہار کیا تھا، یہ واقعہ ہجرت نبوی سے پہلے کا ہے، اسی طرح حضرت حذیفہؓ اپنی اصل کے اعتبار سے مکی اور پیدائش و پرورش کے لحاظ سے مدنی تھے، ان کی پرورش ایک مسلم گھرانے میں ایسے والدین کی آغوش میں ہوئی تھی جو ابتداہی میں اسلام کے ٹھنڈے اور خوشگوار سائے میں آگئے تھے اسی طرح حضرت حذیفہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہونے سے قبل ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوچکے تھے۔ آپؓ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے بے حد مشتاق تھے، اسلام لانے کے بعد سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات اور اوصاف کے متعلق لوگوں سے برابر پوچھتے رہے اور ان کے دل میں آتش شوق دیدار زیارت ہمیشہ بھڑکی رہتی تھی، آخرکار سمندر شوق پر سوار وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے مدینہ جاپہنچے اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے ہی دریافت کیا۔

"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں مہاجر ہوں یا انصاری۔"

تم چاہو تو مہاجرین میں شامل ہوجاؤ اور اگر چاہو تو انصار میں شامل ہوجاؤ، تمہیں اختیار ہے دونوں میں سے جو بھی پسند ہو اپنالو" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں انصاری ہوں" حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ پہنچے تو حضرت حذیفہؓ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اختیار کرلی، وہ سائے کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگے رہتے تھے، جنگ اُحد میں حضرت حذیفہ اور ان کے والد حضرت یمانؓ دونوں شریک تھے، تاہم اختتام جنگ میں حضرت یمانؓ جام شہادت نوش فرماگئے، وقت تیزی سے گزر رہا تھا، حضرت حذیفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہنے لگے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی صلاحیتوں کو بھانپ کر ان کے اندر پوشیدہ اور مخفی صلاحیتوں سے ان کے حسب استعداد کام لیا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس پہلو سے حضرت حذیفہؓ کو جانچا تو ان کے اندر تین اعلیٰ ترین اور غیر معمولی خوبیوں کا انکشاف ہوا، ایک تو غیر معمولی ذہانت، جس سے کام لے کر وہ مشکل سے مشکل مسائل کو بہ آسانی حل کرلیا کرتے۔ دوسری زودفہمی اور حاضر دماغی، جس کے ذریعے وہ بہت جلد معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتے اور تیسری چیز تھی رازداری، جس پر وہ سختی سے کاربند تھے۔

مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے سامنے سب سے مشکل اور ان کے لئے سب سے زیادہ پریشان کن

مسئلہ یہ تھا کہ یہودیوں اور ان کے ہم خیال وہم مشرب مشرکین میں منافقین کا ایک گروہ موجود تھا، جو اپنی گھناؤنی سازشوں اور مکروہ ریشہ دوانیوں کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی راہ میں طرح طرح کی مشکلات کھڑی کرتا رہتا تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو ان تمام منافقوں کے ناموں سے آگاہ کردیا تھا اور یہ ایک راز تھا جس سے حضرت حذیفہؓ کے سوا کسی دوسرے کو مطلع نہیں کیا گیا تھا اور یہ خدمت ان کے سپرد کی تھی کہ وہ منافقین کی سرگرمیوں اور ان کی حرکات وسکنات پر برابر نظر رکھیں اور ان کی طرف سے پیش آنے والے خطرات کا سدباب اور تدارک کریں۔ اسی وجہ سے حضرت حذیفہ "رازدار رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کے لقب سے مشہور ہوگئے۔

یوں تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مختلف مواقع پر بہت سی اہم اور نازک ذمہ داریوں کی ادائیگی میں حضرت حذیفہؓ کا تعاون حاصل کرتے رہتے تھے، لیکن سب سے مشکل اور خطرناک ذمہ داری، جس میں ان کی ذہانت، زودفہمی اور رازداری کا زبردست امتحان تھا، اس وقت ان کے حوالے کی گئی تھی جب غزوہ خندق کے موقع پر دشمن نے ہر طرف سے مسلمانوں کا محاصرہ کررکھا تھا اور محاصرے کے طول پکڑ جانے کی وجہ سے مسلمانوں کی پریشانیاں اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھیں، یہاں تک کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے، مسلمانوں کی تو یہ حالت تھی۔ لیکن قریش اور ان کے حلیف مشرک قبائل کی حالت بھی اس سخت گھڑی میں مسلمانوں سے بہتر نہیں تھی، ان کے قدم ڈگمگاگئے، خدائے تعالیٰ نے ان کے اوپر تیز آندھی کا عذاب مسلط کردیا تھا، جس سے ان کے خیمے اُلٹ گئے، دیگیں اُوندھی ہوگئیں اور ان کے چولہے بجھ گئے، ہوا کے تیز جھکڑوں نے ان کے چہروں پر کنکریوں کی بوچھار کردی اور ان کی آنکھوں اور ناک کو گردوغبار سے بھردیا۔

جنگ کے ان نازک اور فیصلہ کن لمحات میں جو فریق گھبرا کر صبر و ثبات کا دامن ہاتھوں سے چھوڑ دیتا ہے، وہ خائب و خاسر اور ناکام و نامراد رہتا ہے اور وہ فریق جو ضبط وتحمل سے کام لیتا ہے اور فریق مخالف کے راہ فرار اختیار کرنے کے بعد تک محاذ پر ڈٹا رہتا ہے، فتح مند اور کامران ہوتا ہے اور ایسے لمحات میں جو جنگ کے انجام پر تو فیصلہ کن طور پر اثر انداز ہوتے ہیں، برتری اسی فریق کو حاصل ہوتی ہے جو فریق ثانی کے حالات سے مکمل طور پر آگاہی حاصل کرکے اپنے موقف کا تعین کرتا اور جنگ کو ترتیب دیتا ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حذیفہؓ کی صلاحیتوں اور ان کے تجربات سے کام لینے کی ضرورت محسوس ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طے کیا کہ کوئی آخری اور فیصلہ کن قدم اٹھانے سے پہلے ان کو رات کی تاریکی میں دشمن کے کیمپ میں بھیج کر دشمن کے حالات نوٹ کئے جائیں تاکہ حالات سے آگاہی ہوجائے۔ تن تنہا دشمن کے کیمپ جانا موت کے منہ میں جانے کے مترادف تھا، لیکن جذبہ اطاعت وفرماں برادری کی رہنمائی میں حضرت حذیفہؓ نے اس مہم کو کس طرح سرانجام دیا اس کو انہوں نے خوب اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا:

"اس رات ہم لوگ صفیں باندھے محاذ پر ڈٹے ہوئے تھے، ابوسفیان (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) اور ان کے ساتھی مشرکین ہم سے بالائی جانب صف آرا تھے اور بنوقریظہ کے یہودی ہم سے نشیب کی طرح تھے۔ وہ رات، ظلمت، ٹھنڈک اور ہواؤں کی شدت کے لحاظ سے محاصرے کی شدید ترین رات تھی، ہوائیں اس طرح گرج رہی تھیں جیسے وہ کانوں کے پردے پھاڑ ڈالیں گی اور تاریکی کا یہ عالم تھا کہ ہمیں اپنے ہاتھ نہیں دکھائی دیتے تھے، ایسی سخت گھڑی میں منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اپنے گھر لوٹ جانے کی اجازت مانگنے لگے۔ وہ کہتے کہ "ہمارے مکانات دشمن کے سامنے کھلے پڑے ہیں۔" حالانکہ دراصل وہ کھلے ہوئے نہ تھے۔ تو منافقین میں سے جو بھی آپ صلی

اللہ علیہ وسلم سے جانے کی اجازت مانگتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اجازت مرحمت فرمادیتے، یہاں تک کہ محاذ پر صرف تقریباً تین سو آدمی رہ گئے، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ایک ایک کرکے ہم میں سے ہر شخص کے پاس تشریف لائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف بھی آئے، اس وقت ٹھنڈک سے بچاؤ کے لئے میرے پاس اپنی اہلیہ کی ایک ہلکی سی چادر تھی، جو میرے گھٹنوں تک بھی نہ پہنچتی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب آئے، میں زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ''کون ہے؟'' ''حذیفہ'' میں نے جواب دیا۔

''حذیفہ؟'' میں فاقے اور سردی کی شدت کے مارے زمین کی طرف سمٹ گیا اور بولا ''ہاں اے اللہ کے رسول! میں حذیفہؓ ہوں، حذیفہ بن یمانؓ۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اور قریب آگئے اور سرگوشی کے انداز میں فرمایا: ''تم چپکے سے دشمن کے کیمپ میں جاؤ اور اس کے حالات معلوم کرکے مجھے آگاہ کرو۔'' حکم سن کر انتہائی خوف اور سخت ٹھنڈک کے باوجود میں نے موت کی وادی کی طرف قدم اُٹھادیئے اور آپ کی زبان مبارک سے میرے لئے دعا کے الفاظ نکلے۔

''اللهم احفظه من بين يديه، و من خلفه، و عن يمينه، و عن شماله، و عن فوقه و تحته.''

''خدایا اس کی حفاظت فرما، اس کے سامنے سے، اس کے پیچھے سے، اس کے دائیں سے، اس کے بائیں سے، اس کے اوپر سے اور اس کے نیچے سے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے یہ الفاظ ابھی ختم بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے خوف اور میرے جسم سے ٹھنڈک کے اثرات کو زائل کردیا، جب میں نے جانے کے لئے مڑا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکارا اور فرمایا ''حذیفہ! دیکھو ان کے کیمپ میں پہنچ کر کوئی اقدام مت کرنا۔'' میں نے کہا بہت اچھا اور خاموشی کے ساتھ تاریکی کے پردے میں چلتا ہوا مشرکین کے لشکر میں پہنچ گیا اور ان کے درمیان اس طرح مکمل مل گیا گویا انہی کا میں ایک فرد ہوں، میرے پہنچنے کے کچھ ہی دیر بعد ابوسفیان ان کے درمیان تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا۔ اس نے کہا ''قریش کے لوگو! میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں، مگر مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچ جائے۔ اس لئے تم میں سے ہر شخص اپنے بغل والے کو اچھی طرح سے دیکھ لے۔''

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے آدمی کا ہاتھ پکڑا اور اس سے پوچھا کہ ''تم کون ہو؟'' اس نے کہا فلاں بن فلاں اور پھر ابوسفیان نے تقریر کا سلسلہ آگے بڑھایا۔ ''قریش کے لوگو! اب تمہارے لئے مزید یہاں ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی، تم دیکھ ہی رہے ہو کہ ہمارے جانور ہلاک ہورہے ہیں، بنوقریظہ کے یہودی ہم سے کنارہ کش ہوچکے ہیں اور تند و تیز ہواؤں کے ہاتھوں جن پریشانیوں اور مصیبتوں کا سامنا ہمیں کرنا پڑ رہا ہے، ان کا بھی مشاہدہ تم کررہے ہو۔ اس لئے اب بہتر یہی ہے کہ سب یہاں سے کوچ کرچلو۔ میں خود بھی واپس جارہا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ اپنے اُونٹ کے پاس آیا، اس کے گھٹنے سے بندھی ہوئی رسی کھولی اور اس پر سوار ہوگیا پھر اسے ایک کوڑا رسید کردیا، اُونٹ اُچھل کر کھڑا ہوگیا اور اپنے سوار کو لے کر روانہ ہوگیا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی سے پہلے مجھے کسی اقدام سے روک نہ دیا ہوتا تو اس وقت تیر مار کر ابوسفیان کو قتل کرڈالنا میرے لئے بہت آسان تھا۔ اس کے بعد جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات میں سے کسی کی چادر اوڑھے نماز میں مشغول تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو اپنے قریب بلایا، میں جاکر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کا ایک کنارہ مجھ پر ڈال دیا، میں نے دشمن کے کیمپ کی پوری رپورٹ خدمت اقدس میں پیش کردی، جسے سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے، اس پر اللہ کی تعریف کی اور اس کا شکر ادا کیا۔''

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ زندگی بھر منافقین سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رازوں کے امین رہے۔ خلفائے راشدین منافقوں کے متعلق ہمیشہ ان کی طرف رجوع کرتے رہے، حضرت عمر بن خطابؓ کا تو یہ حال تھا کہ جب بھی کسی مسلمان کا انتقال ہوتا تو وہ لوگوں سے دریافت فرماتے کہ حذیفہ اس کی نماز جنازہ میں شریک ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہوتا تو وہ بھی شریک جنازہ ہوجاتے، بصورت دیگر انہیں اس کے مومن مخلص ہونے میں شک ہوجاتا اور نماز جنازہ نہ پڑھتے۔

اللہ جل شانہ نے تمام صحابہؓ کو انفرادی خصوصیات و بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا، آج ہماری زندگیوں میں بے چینی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ہم نے ان ہستیوں کے حالات و واقعات کو نہیں پڑھا، جو ہمہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو ہم تک پہنچانے والے ہیں، رب کریم ہمیں ان کی زندگیوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے صور من حیاۃ الصحابہ، ص:254)

□❖□

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۸ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف پندرہ روپے اور سالانہ خریداری 150/روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم ''ادارہ رضوان'' کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور منی آڈر فارم بھی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ یاددہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ''رضوان'' خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔ نیز اپنا خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہے وہ پتہ صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی و کاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ''رضوان'' کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کیلئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

تحریر: احمد خلیل جمعہ

ترجمہ: محمود احمد غضنفر

حضرت ام ایمن الحبشیہ رضؓ

عہد نبویؐ کی جلیل القدر خواتین کا دلنشین تذکرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

☆ ...... یہ خاتون میرے اہل بیت کی نشانی ہیں۔

☆ ......ام ایمنؓ میری امی جان کے بعد ماں کا درجہ رکھتی ہیں۔

☆ ...... جو کسی جنتی خاتون کے ساتھ شادی کرنے کا خواہاں ہو تو وہ ام ایمن کے ساتھ شادی کرلے۔

مہربانی اور محبت

جب کوئی انسان خود لوگوں سے محبت کرتا ہے اور اپنے آپ کو لوگوں کی محبت کا اہل ثابت کرتا ہے تو دونوں طرف سے آشنائی کی صداقت اس کے لئے مکمل ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ اس صداقت کی تکمیل انسانی احساسات، ذوق سلیم اور اخلاق و مروت جیسی خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر ہوتی ہے۔

ایک ایسی عظیم خاتون نے جسے مخلصانہ حیات بخش محبت و مودت اور سچی شفقت و رافت میں بلند مقام حاصل تھا، وہ ایمان و یقین کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھیں جنہیں حبیب کبریاؐ کی طرف سے عزت و تکریم کا وافر حصہ نصیب ہوا۔

یہ شفیق خاتون طبقہ خواتین میں کوئی اجنبی نہ تھیں بلکہ انہیں خواتین میں بڑا بلند مقام اور قابل قدر شہرت حاصل تھی، انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بڑا اونچا مرتبہ حاصل تھا۔

ایک وقت ایسا تھا کہ یہ وراثت کے مال و متاع میں تقسیم ہو کر وارثوں کے حصے میں آئیں لیکن پھر اس کی زندگی میں یہ دن بھی آئے کہ یہ آزادی کی نعمت سے سرفراز ہوئیں اور شان و شوکت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئیں، ان کے ممتاز مرتبے کی وجہ سے لوگ ان پر رشک کرتے بھلا لوگوں کو رشک کیوں نہ ہوتا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اماں جان کہہ کر پکارا کرتے تھے، ماں سے بڑھ کر بھی بھلا کسی اور کا درجہ ہوسکتا ہے؟

یہ شفیق خاتون کون ہیں؟

یہ خاتون ام ایمن حبشیہ کے نام سے مشہور و معروف تھیں۔ ان کا نام برکۃ بنت ثعلبہ بن عمرو تھا۔ یہ باپ کی جانب سے پانچ اونٹوں اور بکریوں کے ہمراہ مال وراثت میں تقسیم ہو کر رسول اقدسؐ کے حصے میں آئیں۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں اپنی گود میں کھلانے کا شرف حاصل ہوا۔ (الطبقات 8/224، انساب الاشراف 1/96، سیر اعلام النبلاء 2/223)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدیجۃ الکبریٰؓ سے شادی ہوئی تو آپ نے انہیں آزاد کردیا۔

یہ میرے اہلبیت کی نشانی ہیں

ام ایمن کی زندگی میں اہم ترین واقعہ یہ رونما ہوا کہ جب نبی کریمؐ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب مدینہ منورہ میں رہائش پذیر آپؐ کے ننہال سے مل کر واپس تشریف لارہی تھیں تو مقام ابواء پر ان کا انتقال ہو گیا، اس سفر میں ام ایمن ان کے ہمراہ تھیں۔

ان غمناک و اندوہ ناک لمحات میں ام ایمنؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہا درجے کی محبت و شفقت کا مظاہرہ کیا، اس وقت آپؐ کی عمر ابھی چھ سال تھی اور والدہ کی جدائی میں غمگین و یتیم کو لے کر مکہ پہنچیں۔

انسانی محبت اور صاف ستھری تاریخ میں حضرت ام ایمنؓ نے نبی کریمؐ کی پرورش اور نگہداشت کے اعتبار سے نمایاں کردار ادا کرتے ہوئے امتیازی مقام حاصل کرلیا۔

آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے اس خوش نصیب خاتون کو اپنے لاڈلے پوتے کی دیکھ بھال کا پوری طرح اہتمام کرنے کی وصیت

کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ دیکھنا کسی لمحے بھی اس کی نگہداشت میں کوئی غفلت یا کوتاہی نہ برتنا اور انہوں نے ایسا کر کے دکھا دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماحول میں پرورش پائی کہ آپ ام ایمن کو اپنے ساتھ حسن سلوک اور ہمدردی سے پیش آتے ہوئے بچشم خود دیکھا کرتے تھے۔

آپ انہیں اماں جان کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ جب آپ ان کی طرف دیکھتے تو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے: "یہ میرے اہل بیت کی نشانی ہیں۔" (الطبقات 8/223، الاصابہ 4/415) بلکہ ایک مرتبہ تو آپؐ نے انہیں اہل بیت کا فرد قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: (غطی قناعك یا ام ایمن) الطبقات 8/223۔

السابقۃ ام الکرام

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے شادی کی تو آپؐ نے ام ایمنؓ کو آزاد کردیا، اس کے ساتھ عبید بن زید الخزرجی نے ان سے شادی کی جس سے ایمن بن عبید پیدا ہوئے۔ بعد ازاں ان کی شادی زید بن حارثہؓ کے ساتھ اس وقت ہوئی جب آپؐ منصب رسالت پر فائز ہوئے، ان سے اسامہ بن زید پیدا ہوئے، ان دونوں باپ بیٹے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیار تھا۔

اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گاہے بگاہے ان کی زیارت کے لئے ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کی عظمت و برتری کا اعتراف کرتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے:

"ام ایمنؓ میری امی جان کے بعد ماں کا درجہ رکھتی ہیں۔ (الاستیعاب 4/244 وتہذیب الاسماء 2/358)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کی طرف دعوت دینے کا فریضہ سرانجام دینے کے لئے کمربستہ ہوئے تو ام ایمنؓ نے پہلے مرحلے میں ہی اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کرلی۔

سیرت حلبیہ کے مصنف حافظ ابن کثیر کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ سب سے پہلے آپ کے اہل خانہ میں خدیجۃ الکبریٰ زید بن حارثہ، ان کی اہلیہ ام ایمن اور حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا۔

ام ایمنؓ نے دیگر صحابیات سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی، علامہ ابن اثیر ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس خاتون نے پہلے ہی مرحلے میں اسلام قبول کرلیا تھا۔

اس عظیم المرتبت خاتون کا تعلق ان اہل ایمان میں سے تھا جنہوں نے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی تکالیف، مشکلات اور اذیتیں اٹھائیں۔

حضرت ام ایمنؓ نے دو دفعہ ہجرت اختیار کی، پہلے حبشہ کی طرف اور پھر مدینے کی طرف انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی، انہوں نے جہاد، صبر اور سخاوت کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

صبر و تحمل کی پیکر مجاہدہ

ام ایمنؓ نے جہاد میں بھرپور حصہ لیا، غزوہ احد میں جب مسلمان پسپا ہوئے تو ان میں سے چند ایک کو اسلامی حمیت، غیرت اور خودداری کا درس دیتے ہوئے بڑا ہی تلخ لہجہ اختیار کرتے ہوئے فرمانے لگیں تم یہاں بیٹھ کر تکلیاں مارو اور تلوار میرے حوالے کرو۔ (انساب الاشراف 1/326)

ام ایمنؓ غزوہ خیبر میں دیگر صحابیاتؓ کے ہمراہ شریک ہوئیں۔ اس موقع پر نبی کریمؐ نے مال غنیمت میں سے ان جلیل القدر صحابیات کو باقاعدہ حصہ بھی عطا کیا۔

غزوۂ حنین میں حضرت ام ایمنؓ اپنے دونوں بیٹوں ایمن اور اسامہ کے ساتھ قافلہ میں شریک ہوئیں، غزوہ حنین میں ایک موقع پر جب مجاہدین میں بھگدڑ مچی تو جو عظیم المرتبت صحابہ کرامؓ نبی کریمؐ کو اپنے گھیرے میں لے کر ثابت قدم رہے، ان میں حضرت ام ایمنؓ اپنے دونوں بیٹوں کے ہمراہ شامل تھیں۔ یاد رہے کہ ان کا بڑا بیٹا ایمن غزوہ حنین میں شہید ہو گیا تھا۔ اپنے بیٹے کی شہادت پر ام ایمنؓ کے ایمان و یقین اور جذبہ تسلیم و رضا میں مزید اضافہ ہوا۔

تقدیر الٰہی کے فیصلوں پر صبر وتحمل، تسلیم ورضا اور ایمان وایقان کے اعتبار سے حضرت ام ایمنؓ کا تعلق ان خواتین میں سے تھا جن کو بطور مثال پیش کیا جاتا تھا۔ جنگ موتہ میں سب سے پہلے جب اس عظیم المرتبت خاتون کا شریک حیات امیر لشکر زید بن حارثہؓ شہید ہوئے تو اس خاتون نے اپنے خاوند کے شہید ہونے کی خبر کو تسلیم ورضا کے جذبے سے سنا اور اس پر اللہ کریم سے اجر وثواب کی توقعات وابستہ کرلیں۔

ام ایمنؓ کا مقام ومرتبہ

نبی کریمؐ حضرت ام ایمنؓ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان کے بارے میں آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا: ترجمہ: ”جسے یہ بات خوش آئند معلوم ہوتی ہے کہ وہ کسی جنتی خاتون سے شادی کرے تو وہ ام ایمن کو اپنے حبالہ عقد میں لے آئے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم المرتبت خاتون کو اماں جان کہہ کر پکارا کرتے اور ان کی باتیں بڑے غور سے سنتے ان کے ساتھ بڑے ادب واحترام سے پیش آتے۔ بعض اوقات ان کی باتوں سے بڑے محظوظ ہوتے کیونکہ زبان میں لکنت کی وجہ سے الفاظ کی صحیح ادائیگی نہ کرسکتی تھیں۔ غزوہ حنین کے دوران یہ دعائیہ کلمات اس انداز میں ادا کررہی تھیں: سبت الله اقدامکم۔

اصل لفظ ہے: ثبت الله اقدامکم، لیکن زبان کی لکنت کی وجہ سے ث کو سین کی صورت میں ادا کررہی تھیں۔

ادھر معرکہ کی آرائی اپنے جوبن پر تھی، گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور تلواروں کی جھنکار سے میدان جنگ شور وغوغا کی لپیٹ میں تھا۔ اسی دوران آپؐ نے جب ام ایمنؓ کی زبان سے دعائیہ کلمات سنے تو فرمایا: ”اے ام ایمنؓ خاموش ہوجاؤ آپ کی زبان میں لکنت پائی جاتی ہے۔“

(الطبقات 8/225)

ام ایمنؓ کی زبان میں لکنت کے آثار واضح طور پر پائے جاتے تھے۔ الفاظ کی درست ادائیگی ان کے بس میں نہ تھی۔

ابوجعفر باقر روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام ایمنؓ جب نبی کریمؐ کے پاس تشریف لاتیں تو ”سلام لاعلیکم“ کہتیں حالانکہ وہ کہنا یہ چاہتی ہوتیں ”سلام علیکم“ لیکن ایسا کہہ نہ سکتیں، اس بنا پر آپ نے انہیں یہ اجازت دے دی تھی کہ آپ صرف ”السلام“ کہہ دیا کریں۔ (الطبقات 8/224)

ایک مرتبہ نبی کریمؐ حضرت ام ایمنؓ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، آپ کے ہمراہ آپ کے خادم خاص حضرت انس بن مالکؓ بھی تھے، حضرت ام ایمنؓ نے ضیافت کے لئے دودھ پیش کیا، غالباً آپؐ نے روزہ رکھا ہوا تھا جس کی وجہ سے آپ نے دودھ نہ پیا۔ حضرت ام ایمنؓ نبی کریمؐ کے ساتھ خوش مزاجی سے پیش آئیں۔ (الاصابہ 4/416) آپؐ یہ انداز ضیافت دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ان کے فضل وشرف اور عظمت کا آپ کے دل میں اور زیادہ احساس پیدا ہوا۔

سخی آنکھ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیائے فانی سے کوچ ہوا، ام ایمنؓ کو بہت زیادہ دلی صدمہ پہنچا، آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں۔ پاکیزہ خیالات واحساسات میں ایک طوفان کا سا سماں بندھ گیا جس کی بنا پر اپنے غم واندوہ کا ایک قصیدے کی صورت میں اظہار کیا جس کے تین اشعار یہ ہیں:

عین جودی فان بذالك لله
مع شفاء فاكثرى البكاء
حين قالوا الرسول امسى فقيداً
ميتا كان ذاك كل البلاء
و ابكيا خير من رزئناه فى الدذ
ىيا و من حصه بوحى السماء

(الطبقات 2/332,333)

زبان کی لکنت کے باوجود حضرت ام ایمنؓ کے اشعار کہنے اور حکمت ودانائی کی باتیں کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زبان کی لکنت کا اثر ان کے دل ودماغ پر تو نہ تھا حکمت و دانائی میں زبان کی لکنت کوئی سدراہ ثابت تو نہیں ہوتی بلکہ اس صورت حال سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ علم دل ودماغ پر بڑے گہرے نقوش چھوڑتا ہے۔ مسلم

شریف کی یہ روایت جو حضرت انسؓ سے مروی ہے اس سے حضرت ام ایمنؓ کا فضل وشرف اور زیادہ اجاگر ہوتا ہے۔

"عن انس قال: قال ابوبكر رضى الله عنه بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم لعمر انطلق بنا الى ام ايمن لزورها كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم بزورها فلما انتهينا بكت، فقال لها ما يبكيك؟ ما عندالله خير لرسوله ولكن ابكى ان الوحى قد انقطع من السماء فهيجتهما على البكاء فجعلا يبكيان معها"۔ (صحیح مسلم: 8/144)

”حضرت انسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا ”آیئے ام ایمن کی زیارت کے لئے چلیں جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں، حضرت ابوبکرؓ نے کہا آپ روتی کیوں ہیں؟ حالانکہ اللہ رب العزت کے پاس اپنے رسولؐ کے لئے آخرت میں بہتر بہتر اہتمام ہے۔ کہنے لگیں ہاں میں جانتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے رسولؐ کے لئے بہت بہتر انتظام واہتمام ہے۔ میں تو اس لئے روتی ہوں کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ رونے لگے۔

حضرت ام ایمنؓ کو زندگی میں بہت بڑا اعزاز نصیب ہوا اور آخرت میں بھی بلند مقام پر فائز ہوئیں۔ ان کے پوتے ”بنوالحب“ کے اعزاز سے سرفراز ہوئے۔ اس لئے حضرت ام ایمنؓ کا بیٹا اسامہ اور خاوند زید بن حارثہؓ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نظر صحابی تھے۔

اے شفیق خاتون الوداع

حضرت ام ایمنؓ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ (سیر اعلام النبلاء 2/227) ان سے حضرت انس بن مالک، وحنش بن عبداللہ صنعانی اور ابویزید المدنی نے حدیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔

حضرت ام ایمنؓ کی مرویات میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے جسے وحنش بن عبداللہ نے ام ایمنؓ کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے آٹا چھانا تاکہ نبی کریمؐ کے لئے چپاتی تیار کریں۔ آپ نے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ عرض کیا یہ کھانا ہے، میں نے ارادہ کیا کہ میں آپؐ کے لئے چپاتی بناؤں، آپؐ نے فرمایا اسے گوندھ لیجئے۔ (الحلیہ 2/68)

امام ذہبیؒ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ام ایمنؓ نبی کریمؐ کی وفات حسرت آیات کے پانچ ماہ بعد فوت ہوئیں۔ (الاصابہ 4/417) جنتی خاتون حضرت ام ایمنؓ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ راضی ہوا اور انہیں اصحاب الیمین کی فہرست میں شامل کردیا۔

ضروری اعلان

محترم قارئین کرام!

جن لوگوں کو دفتر کی جانب سے بقایاجات کے خطوط روانہ کئے گئے ہیں، ان سے گذارش ہے کہ جلد از جلد بقایا رقم ادا فرمادیں، اس وقت ادارے کو رقم کی سخت ضرورت ہے نیز اگر رسالہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو، مطلع کردیں تاکہ ادارے کا مزید نقصان نہ ہو۔

جو حضرات دفتر سے معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ۲ ؍بجے سے شام ۵ ؍بجے تک فون پر رابطہ کرسکتے ہیں۔ جمعہ کے دن دفتر بند رہتا ہے۔

دفتر کھلنے کا وقت ۲ ؍بجے سے ۵ ؍بجے تک ہے، دیگر اوقات میں فون نہ کریں۔

رابطہ کیلئے: Mobile : 9415911511

عذاب قبر-اسباب وتدارک

مولانا محمد موسیٰ خان ندوی

جو بھی انسان اس دنیا میں آیا اسے یہ دنیا ضرور بضرور ایک نہ ایک دن چھوڑنی ہے، اس لئے کہ موت وہ تلخ حقیقت ہے جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور یہ وہ کڑوا گھونٹ ہے جس کو نوش کئے بغیر کسی کو چارہ نہیں، دراصل موت ہی قیامت و آخرت کے احوال کے مشاہدہ کا پہلا مرحلہ ہے، گویا دار فانی سے بقا میں نقل مکانی کا یہ باب الداخلہ ہے انسان اس عالم میں جو کچھ خیر و شر اختیار کرتا ہے اس کی اصل جزا تو (ثواب و عذاب کی شکل میں آخرت ہی میں ملتی ہے، لیکن قرآن و حدیث کی تصریحات بتلاتی ہیں کہ موت کے بعد اور قیامت سے پہلے انسان کو روزِ قیامت اور آخرت میں پیش آنے والے واقعات اور احوال کا مشاہدہ کروایا جاتا ہے اور کبھی اس سے گزارا بھی جاتا ہے، اسی کو قرآن مجید کی اصطلاح میں "برزخ" اور حدیث کی اصطلاح میں "قبر" کہتے ہیں، دنیا سے نکل کر آخرت تک پہنچنے والی راہ اسی سے ہوکر گزرتی ہے، کسی بھی راہی ملک بقا کو اس سے مفر نہیں ہے، معترف ہو یا منکر، ہر کسی کو اس سے گزرنا ضرور ہے، اسلامی نقطۂ نظر سے یہ کوئی نظریاتی، فروعی اور جزئی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ اصولی و اعتقادی ہے، مسلمان ہونے کے لئے جن بنیادی باتوں کا اعتقاد ضروری ہے ان میں ایک یہ بھی ہے۔

موجودہ دور میں دین و ایمان کے اعتبار سے کمزوری، عبادات میں کوتاہی اور تعلیمات اسلام سے دوری کے نتیجہ میں مسلمانوں پر جو مار پڑی اور جو برے اثرات محسوس کئے گئے ان میں سے ایک برزخ کا معاملہ بھی ہے، اس رخ سے مسلمان دو طرح کی خرابیوں میں مبتلا ہوگئے، ایک یہ کہ مسلمانوں میں باضابطہ ایک طبقہ پیدا ہوچکا ہے، جو سرے سے اس کا انکار کردیتا ہے، دوسری خرابی یہ کہ زندگی کے عملی میدان میں مسلمانوں کو بالعموم برزخ کا تصور اور دھیان نہ رہا، جس کی وجہ سے عبادات میں عمومی کوتاہی کے ساتھ نفاق، جھوٹ، خیانت، بدعہدی، لوٹ کھسوٹ اور خدا جانے کس کس طرح کی خرابیوں میں مسلمان ملوث ہوگئے؟ اس کا بالکل خیال ہی نہ رہا کہ موت کے ساتھ ہی اعزہ و اہل تعلق شہر خموشاں کی چار گز زمین کے گڑھے میں تن تنہا چھوڑ کر چلے جائیں گے، وہاں کوئی پرسان حال تک نہ ہوگا، لوگ کئی کئی ایکڑ زمین کے مالک تو ہوگئے، مگر چار گز زمین کی فکر نہ رہی، بڑی بڑی بلڈنگوں کے تو مالک ہوگئے مگر چار گز کی چھوٹی سے جھونپڑی کی فکر سے ذہن خالی ہوگئے۔

جہاں تک پہلی بات، یعنی عذاب قبر سے انکار کا تعلق ہے وہ یا تو کم علمی کی وجہ سے ہے یا پھر مخصوص ذہنیت کی پیداوار ہے، جب کہ قرآن و سنت سے صحیح معنیٰ میں استفادے کے لئے ضروری ہے کہ خالی الذہن ہوکر اس ارادے سے پڑھے کہ اس میں جو کچھ ملے گا اسے میں قبول کروں گا، نہ یہ کہ اپنی ذہنیت قرآن و حدیث پر تھوپنے لگے، جو سراسر گمراہی کا راستہ ہے، باطل تحریکیں و غلط تنظیمیں اسی سے بھٹکتی ہیں، اس رخ سے قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ قبر اور برزخ کا تذکرہ قرآن میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے، حضرت موسیٰؑ و فرعون اور "رجل مومن" کے قصہ کے اختتام پر فرعونیوں کی سزا کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ "اور فرعون کے لوگوں کو برے عذاب نے گھیر لیا، وہ صبح و شام آگ پر پیش کئے جائیں گے اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو ندا ہوگی کہ) فرعون والوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کردو۔"

(سورۂ مومن:50)

آیت شریفہ میں اگرچہ فرعون اور اس کی قبطی کے متعلق ہی بطور خاص برزخ کا تذکرہ کیا گیا ہے، لیکن بیشتر مفسرین جمہور کا کہنا ہے کہ یہ صورت حال سب کے ساتھ پیش آسکتی ہے، اس کی وضاحت احادیث شریفہ میں موجود ہے اور یہ ایک مستقل فن تفسیر کا اصول ہے کہ کبھی کبھی آیت شریفہ کی تفسیر حدیث شریف سے ہوتی ہے اس سلسلہ میں احادیث کا تذکرہ ہم آگے کریں گے، پہلے ہم یہاں آیات قرآنیہ کی روشنی میں برزخ کا تجزیہ کریں گے۔

قرآن اور عذاب قبر

غیر منقسم ہندوستان کے ایک نامور عالم دین اور ادیب کامل اور محقق سیرت نگار علامہ سید سلمان ندویؒ نے ایسی بہت ساری آیات شریفہ کا تذکرہ کیا ہے جن میں صراحتاً نہ سہی دلالۃً اور اشارتاً ہی برزخ کا تذکرہ ضرور موجود ہے، ہم یہاں ان سب آیات کا احاطہ نہیں کریں گے، بس چند ایک ہی ذکر کریں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "جب ان گناہگاروں کو موت آتی ہے تو وہ (زندگی کے پس پردہ بعض مناظر کو دیکھ کر) کہتے ہیں کہ اے میرے رب! مجھے ایک بار اور دنیا میں لوٹا دے، تاکہ دنیا میں جو ماحول چھوڑ کر آیا ہوں اس سے شاید کوئی نیک کام کروں، ہرگز نہیں، یہ محض ایک بات ہے جو وہ کہتا ہے اور اب ان گناہگاروں کے پیچھے اس دن تک ایک پردہ (برزخ) ہے، دوبارہ زندہ اٹھنے (قیامت) تک"۔ (سورہ مؤمنون:100) ایک دوسری جگہ ارشاد ہے کہ "موت کی بے ہوشی حقیقت کو لے کر آگئی، یہی ہے وہ جس سے تو ہٹا کرتا تھا۔" (سورۂ ق:19) اول الذکر آیت سے استدلال کرتے ہوئے علامہ ندویؒ فرماتے ہیں کہ اگر موت کے وقت اور بعد میں کوئی نئی غیبی کیفیت اس کے سامنے مشاہدہ کے طور پر نہیں آتی تو اس کا شکر و تردد اچانک یقین میں کیسے بدل جاتا؟ اور ثانی الذکر آیت کے متعلق فن تفسیر کے بڑے بڑے ماہرین حافظ ابن کثیر، قاضی شوکانی، مفتی آلوسی حنفی اور زمخشری معتزلی جیسے مختلف مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے مفسرین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں آیات بالا میں برزخ ہی مراد ہے۔ (سیرت النبی-4/339) قرآن مجید میں منافقوں کی سزا و عذاب کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ "ہم ان کو عنقریب دو دفعہ عذاب دیں گے، پھر وہ ایک بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔" (سورۂ توبہ) مفسرین کہتے ہیں کہ آیت میں "عذاب عظیم" سے دوزخ کا عذاب مراد ہے، جو آخرت میں ہوگا، اس سے پہلے دو دفعہ عذاب کا تذکرہ ہے جن میں سے ایک تو دنیا کی سزا ہے دوسرا عذاب موت کے بعد ہی کا ہے، جو برزخ میں ہوگا، ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے کہ "اگر تو دیکھے کہ جب گناہگار موت کی سکرات کے عالم میں ہوں گے اور فرشتے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوں گے (اور ان سے کہیں گے کہ) نکالو (اپنے جسم کے اندر سے) اپنی روح کو، آج تم کو ذلت کی سزا ملے گی"۔ (سورۂ انعام) علامہ ندویؒ فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ میں لفظ "الیوم" سے وہی زمانہ مراد ہوسکتا ہے جس وقت کہ فرشتے بدن سے روح نکالیں گے، اس سے مراد شب و روز کا چوبیس گھنٹہ کا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ پورا برزخ کا عرصہ اس میں شامل ہے، علامہ ندویؒ نے آیت کی یہ مراد تفسیر فتح القدیر، ابو سعود اور روح المعانی سے اخذ کی ہے۔ (سیرت النبی:4/244)

برزخ کے سوال و جواب کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن مجید میں بتلایا گیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو پکی بات پر اس دنیا میں بھی مضبوط رکھیں گے اور آخرت میں بھی اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو بچلاتے ہیں۔" (سورۂ ابراہیم)

حدیث اور عذاب قبر

قرآن مجید کا مفسر اول حدیث شریف ہے، ظاہر ہے کہ حدیث سے زیادہ بہتر اور با اعتماد تفسیر کسی آیت شریفہ کی کیا ہوسکتی ہے؟ آیت مذکورہ کی تفسیر حدیث میں اس طرح کی گئی ہے کہ یہاں سوال و جواب سے برزخ کا سوال و جواب مراد ہے، جس طرح اہل ایمان دنیوی زندگی

میں ایمان پر ثابت قدمی سے قائم رہتے تھے اسی طرح برزخ میں بھی اس پر قائم رہیں گے اور جو کفار و مشرکین دنیا میں اس پر قائم نہ تھے وہاں بھی نہ رہ پائیں گے، بلکہ بہک جائیں گے۔ (سیرت النبی 4/347) اسی طرح سورۂ مومن کی فرعون اور آل فرعون کو برزخ میں آگ پر پیش کئے جانے کے تذکرہ والی آیت شریفہ کی تشریح ہی میں گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی مرتا ہے تو صبح و شام اس کا اصلی مقام پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے تو جنت اور اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے تو دوزخ، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا مقام ہے اس وقت تک کے لئے کہ جب تو قیامت کے دن اٹھایا جائے۔" (صحیح مسلم، کتاب الجنۃ والنار، ترمذی و بخاری، بحوالہ: سیرت النبی: 4/342) ایک اور حدیث میں ہے کہ جنتی مردہ کے سامنے جنت اور دوزخ دونوں کے منظر سامنے کرکے کہا جائے گا کہ اگر تو اچھا عمل نہ کرتا تو تیرا یہ مقام نہ ہوتا، مگر تیرے نیک عمل کے سبب سے اب جنت تیرا مقام ہے۔ (بخاری، کتاب الجنائز، بحوالہ سیرت النبی: 4/343)

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے ابھی اس بات کا علم نہ تھا کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے یا نہیں؟ ایک یہودی عورت میرے پاس آئی اور کوئی چیز اس نے مانگی وہ میں نے دے دی، اس نے مجھے دعا دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تمہیں عذاب قبر سے بچائے، میں نے سمجھا کہ یہ یہودیوں کی بے بنیاد اور من گھڑت باتیں ہیں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لانے پر میں نے اس بارے میں پوچھا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتلایا کہ عذاب قبر برحق ہے۔ (بخاری حدیث: 1049، بحوالہ تنبیہ الغافلین/25) اور بھی دیگر متعدد احادیث میں یہ مضمون پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جب آدمی کی موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے نیک آدمی کی روح قبض کرکے کس قدر اعزاز و اکرام کے ساتھ لے جاتے ہیں اور برے آدمی کی روح کو کس قدر شدت و تکلیف سے بدن سے نکال کر توہین آمیز انداز میں آسمانوں پر لے جاتے ہیں۔ (تفصیلی روایت کے لئے دیکھئے تنبیہ الغافلین، باب عذاب القبر وشدتہ/21,20)

منکر عذاب قبر کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ برزخ ہو یا عذاب قبر خود اس کو بھی اس دور سے گزرنا ضرور ہے، اس کا انکار اس کو اس مرحلہ سے بچا نہیں سکتا، بقول شاعر ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

جیسے قرآن مجید میں بہت ساری آیات میں بتلایا گیا ہے کہ قیامت کے دور سے مومنین تو گزریں گے ہی، کفار و مشرکین بھی وہاں حاضر رہیں گے، کوئی غائب نہیں ہوسکے گا۔ (سورۃ الانفطار/16) انکار برزخ کی وجہ اور اگر یہ ہو کہ وہ ایک پوشیدہ چیز ہے تو یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کے بنیادی عقائد مغیبات ہی سے تعلق رکھتے ہیں، اسی صورت میں ایمان کا امتحان بھی ہے، مشاہدہ کے بعد ایمان کا اعتبار ہی کیا ہے؟ بہرحال شریعت مطہرہ کے ٹھوس بنیادی مستدلات سے اس کا ثبوت موجود ہے، جس کی بنیاد پر انکار کی کوئی گنجائش ہی پیدا نہیں ہوسکتی۔

عذاب قبر کے اسباب

یہاں تک تو مضمون کا ایک حصہ ہوا جو عذاب قبر کے امکان و ثبوت اور اس کے یقین سے متعلق تھا، لیکن اس سے کہیں زیادہ زندگی کے عملی میدان میں اس کو پیش نظر رکھنے کا ہے، جس سے منشائے خداوند شریعت میں بڑی مدد ملتی ہے اسے پس پشت ڈال دینے و نظر انداز کرنے سے طاعات و عبادات میں بڑی کوتاہی پیدا ہوتی ہے، اس لئے یاد رکھنا چاہئے کہ عذاب قبر کا استحضار زندگی کے عملی تقاضوں میں نہایت ہی مفید ہے، مگر احادیث شریفہ میں عمومی طور پر عذاب قبر کے تذکرہ کے علاوہ بعض احادیث میں صراحت کے ساتھ کچھ ایسی خاص خرابیوں کا بھی ذکر ہے، جن سے آدمی عذاب قبر میں مبتلا ہوسکتا ہے، اگر ان

سے احتیاط برتی جائے تو یہ عذاب قبر سے حفاظت میں بہت معین ثابت ہوسکتی ہے اور اگر خدانخواستہ ان میں کوتاہی و بے احتیاطی سے کام لیا گیا تو انسان عذاب قبر کا شکار ہوسکتا ہے، ان میں سب سے پہلی خرابی پیشاب میں بے احتیاطی ہے، چنانچہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث میں یہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروی ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر سے گزر ہوا تو فرمایا کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ایسی بات بھی نہیں کہ کسی بڑی خرابی کی وجہ سے ہو رہا ہے (کہ جن سے بچنا انسان کی وسعت سے باہر ہو) ان میں سے ایک کو پیشاب میں بے احتیاطی کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور دوسرے کو چغل خوری کی وجہ سے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک تازہ ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کرکے قبروں پر لگایا، صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے یہ عمل کیوں کیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک یہ ٹہنیاں تروتازہ رہیں گی تو شاید اس وقت تک عذاب میں تخفیف ہو۔" (مشکوۃ)

حدیث مذکور سے جہاں عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے وہیں دو ایسی خرابیاں بھی ذکر کردی گئی ہیں جن سے آدمی عذاب قبر میں مبتلا ہوسکتا ہے، ان میں پہلی خرابی پیشاب میں بے حجابی یا بے احتیاطی کی ہے، اس سے مقصود دراصل پیشاب میں بے احتیاطی سے روکنا ہے، پیشاب سے فراغت کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کرنا چاہئے جہاں ستر پوشی بھی ہوسکے اور اس کے چھینٹوں سے بدن اور کپڑوں کو بچایا جاسکے، پہلی چیز تو حیا و شرم کے بالکل منافی ہے، حدیثوں میں ایسے مقامات پر پیشاب و قضائے حاجت کرنے سے منع کیا گیا ہے جو عام لوگوں کی گزرگاہ ہو، کیونکہ اس سے لوگوں کو آمد و رفت میں تکلیف ہوگی اور خود فراغت کرنے والے کے لئے بے پردگی ہے، اسی طرح کسی جانور کے بل میں بھی پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس میں جہاں جانور کے لئے تکلیف ہے وہیں خود پیشاب کرنے والے کے لئے یہ خدشہ ہے کہ کوئی زہریلا جانور بل میں سے نکل کر تکلیف نہ پہنچائے؟ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سوراخ میں بسا اوقات جنات بھی ہوسکتے ہیں، ایسی صورت میں وہ آدمی کو ہلاک کردیں گے، چنانچہ مشہور ہے کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ انصاریؓ نے مقام "حوران" میں ایک سوراخ میں پیشاب کیا، جس میں جنات کا بسیرا تھا، اس میں سے نکل کر جنات نے انہیں قتل کردیا اور یہ مشہور شعر پڑھا

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ
و رمیناہ بسہمین فلم نخطئ فؤادہ

(یعنی ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کر ڈالا اور ان پر دو ایسے تیر پھینکے جو سیدھے جا کر ان کے دل پر لگے)۔

پیشاب میں بے احتیاطی سے بچنے کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کرنا چاہئے جو نرم ہو، تاکہ پیشاب کے قطرے بدن یا کپڑوں پر نہ اڑیں، اگر زمین سخت ہوگی تو لامحالہ چھینٹے اڑیں گے، جس سے بدن اور کپڑے ملوث ہوں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا، آپ کے ساتھ ہر وقت ایک برچھی رہتی تھی، جس سے پیشاب کے وقت سخت زمین کو کھرچ کر نرم کرلیا کرتے تھے، اسی طرح پیشاب میں احتیاط کے لئے بیٹھ کر کرنا چاہئے، کھڑے ہوکر کرنے کی صورت میں چھینٹے اڑ سکتے ہیں، اگرچہ بسا اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مروی ہے، جس کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ یا تو بیان جواز کے لئے تھا یا آپ کو کوئی عذر لاحق تھا کہ پیر میں یا گھٹنوں میں درد کی وجہ سے بیٹھ نہیں سکتے تھے، یا اس جگہ کوئی گندگی رہی ہوگی، بیٹھنے کی صورت میں اس میں ملوث ہونے کا اندیشہ تھا، اس کے علاوہ عموماً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے اور صحابہؓ کو اسی کی تاکید فرماتے اور کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے منع کرتے، حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

کھڑے ہوکر پیشاب کرتے ہوئے دیکھ کر ارشاد فرمایا اے عمر! کھڑے ہوکر پیشاب نہ کرو۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا، یہ تمام باتیں اس صورت میں تھیں جب کہ زمین یا جگہ پر اپنے بدن یا کپڑے پر پیشاب کی چھینٹ اڑ جائیں تو اس سے بچاؤ کا کیا طریقہ ہوسکتا ہے؟ مگر بسا اوقات خود پیشاب کرنے والے کے بدن سے پیشاب سے فراغت کے بعد کچھ قطرے بے اختیار خارج ہوجاتے ہیں تو اس کی دو شکلیں ہیں، ایک تو یہ ہے کہ ایسا بیماری کی وجہ سے ہوتا ہے، جس کا جلد از جلد علاج کروانا چاہئے اور اس وقت تک سخت احتیاط رکھی جائے اور جب بھی پیشاب کے قطروں کا نکلنا یقین اور غلبہ گمان سے معلوم ہو تو بدن اور کپڑے کے حصہ کو دھولیا جائے اور اگر یہ کیفیت اتنے تسلسل کے ساتھ ہو کہ ایک ہلکی سی نماز کے وقت کے بقدر بھی روک نہ سکے تو اس کو "سلسل البول" کہتے ہیں، یہ عذر کی حالت ہے، ایسی حالت میں ایک وقت میں صرف ایک نماز پڑھی جاسکتی ہے، اگلے وقت کی نماز کے لئے تازہ وضو کیا جائے، دوسری شکل یہ ہوسکتی ہے کہ بسا اوقات جسم سے پیشاب کا قطرہ نکل جانے کا وسوسہ انسان کو ستانے لگتا ہے، اس سے بچنے کا طریقہ حدیثوں میں یہ بتلایا گیا ہے کہ پیشاب سے فراغت کے بعد اپنے کپڑوں پر پانی مار لیا کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود بھی یہی معمول تھا، اس طرح کا عمل پیشاب کے قطرے نکلنے کے وساوس سے بچنے کا ایک موثر طریقہ ہے، اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کے وسوسہ اور شکوک وشبہات سے پاک تھے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو پیشاب میں بے احتیاطی سے بچنے کی یہ ایک عملی تعلیم تھی، بعض روایات میں تو یہاں تک بتلایا گیا ہے کہ یہ طریقہ قولی اور عملی اعتبار سے حضرت جبرائیلؑ نے براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا تھا۔

پیشاب میں بے احتیاطی نہ کرنے کے نتیجے میں عذاب قبر کی وعید سے متعلق مذکورہ حدیث میں ایک روایت قضائے حاجت کے وقت بے پردگی کی بھی ہے، اس لئے پیشاب کرتے وقت پوری طرح ستر پوشی کا اہتمام کرنا چاہئے، ستر پوشی دو طرح سے ہوتی ہے، ایک تو کرنے والے آدمی سے متعلق اور دوسری جگہ سے متعلق، آدمی سے متعلق بے پردگی سے بچنے کا طریقہ حدیث شریف میں یہ بتلایا گیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے زمین کے قریب ہونے کے وقت کپڑا اٹھاتے تھے اور جگہ سے متعلق بے پردگی سے احتیاط یہ ہے کہ ایسی جگہ کا انتخاب ہونا چاہئے جہاں مکمل طریقہ سے جسم کو چھپایا جاسکے اور کسی کی نظر نہ پڑے، حدیث میں تعلیم دی گئی ہے کہ اگر پردہ وغیرہ کی کوئی آڑ نہ ہو تو ریت کا تودہ ہی جمع کرکے اس کی آڑ میں بیٹھ جائے، کیونکہ شیطان انسان کی شرمگاہ سے کھیلتا ہے، قضائے حاجت کے وقت بے پردگی سے منع کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "دو آدمی قضائے حاجت کے لئے اس طرح نہ بیٹھیں کہ آمنے سامنے ستر کھولے رہیں اور ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہیں، اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں" اور کیا عجب ہے کہ غضب خداوندی کا اثر عذاب قبر کی شکل میں ظاہر ہوجائے، جیسا کہ حدیثوں میں صراحت موجود ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ فرشتے نور سے بنی ہوئی پاکیزہ مخلوق ہیں، وہ گندے مقامات سے دور رہتے ہیں اور خبیث جنات و شیاطین آگ سے بنی ہوئی شریر مخلوق ہے، انہیں گندگی کے مقامات سے مناسبت ہے اور وہی ان کے اڈے بھی ہیں، اس لئے بیت الخلاء میں ان کا تصرف ہوسکتا ہے تو اس سے بچنے کی تدبیر بتلائی گئی ہے کہ حدیث میں سکھلائی گئی دعاؤں کے پڑھ لینے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اعوذ باللہ من الخبث و الخبائث" (کہ ناپاک جنوں اور جنات سے میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں)۔

□❖□

خوشی کا راز

اشفاق احمد

ماں خدا کی نعمت ہے، اس کے پیار کا انداز سب سے الگ اور نرالا ہوتا ہے۔ بچپن میں ایک بار باد باراں کا سخت طوفان تھا جب اس میں بجلی شدت کے ساتھ کڑکی تو میں خوفزدہ ہوگیا۔ ڈر کے مارے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ میری ماں نے میرے اوپر کمبل ڈالا اور مجھے گود میں بٹھالیا تو محسوس ہوا گویا میں امان میں آگیا ہوں۔

میں نے کہا، بیٹا! پودے پیاسے ہیں، اللہ انہیں پانی پلا رہا ہے اور اسی بندوبست کے تحت بارش ہو رہی ہے۔ میں نے کہا، ٹھیک ہے! اللہ پانی تو پلا رہا ہے لیکن یہ بجلی کیوں بار بار چمکتی ہے؟ یہ اتنا کیوں کڑکتی ہے؟ وہ کہنے لگیں روشنی کرکے پودوں کو پانی پلایا جائے گا۔ اندھیرے میں تو کسی کے منہ میں، تو کسی کی ناک میں پانی چلا جائے گا۔ اس لئے بجلی کی کڑک چمک ضروری ہے۔

میں ماں کے سینے کے ساتھ لگ کر سو گیا۔ پھر مجھے پتہ نہیں چلا کہ بجلی کس قدر چمکتی رہی، یا نہیں۔ یہ ایک بالکل چھوٹا سا واقعہ ہے اور اس کے اندر پوری دنیا پوشیدہ ہے۔ یہ ماں کا فعل تھا ایک چھوٹے سے بچے کے لئے جو خوفزدہ ہوگیا ہے۔ اسے خوف سے بچانے کے لئے پودوں کو پانی پلانے کی مثال دیتی ہے۔ یہ اس کی ایک اپروچ تھی۔ گو وہ کوئی پڑھی لکھی عورت نہیں تھی۔ دولتمند، بہت عالم فاضل کچھ بھی ایسا نہیں تھا، لیکن وہ ایک ماں تھی۔ میں جب نو سال کا ہوا تو میرے دل میں ایک عجیب خیال پیدا ہوا کہ سرکس میں بھرتی ہوجاؤں اور کھیل پیش کروں، کیونکہ ہمارے قصبے میں ایک بہت بڑا میلا لگتا تھا۔ اس میں بڑے بڑے سرکس والے آتے تھے۔ مجھے وہ سرکس دیکھنے کا موقع ملا، جس سے میں بہت متاثر ہوا۔ جب میں نے اپنے گھر میں اپنی یہ خواہش بیان کی کہ میں سرکس میں اپنے کمال دکھاؤں تو میری نانی "ہچا" کرکے ہنسی اور کہنے لگیں، ذرا شکل تو دیکھو!

یہ سرکس میں کام کرے گا۔ میری ماں نے بھی کہا، دفع ہو تو بڑا ہو کر ڈپٹی کمشنر بنے گا۔ تجھے سرکس میں بھرتی ہو کر کیا کرنا ہے۔ اس پر میرا دل بڑا بجھ سا گیا۔ وہی ماں جس نے مجھے اتنی محبت سے اس باد باراں کے طوفان میں امان اور آسائش عطا کی تھی۔ وہ میری خواہش کی مخالفت کر رہی تھی۔

میرے والد سن رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، کیوں نہیں؟ اگر اس کی صلاحیت ہے تو اسے بالکل سرکس میں ہونا چاہئے تب میں بہت خوش ہوا۔ اب ایک میری ماں کی مہربانی تھی۔ ایک والد کی اپنی طرف کی مہربانی۔ انہوں نے صرف مجھے اجازت ہی نہیں دی بلکہ ایک ڈرم جو ہوتا ہے تارکول کا، اس کو لال، نیلا اور پیلا پینٹ کرکے بھی لے آئے اور کہنے لگے اس پر چڑھ کر آپ ڈرم کو آگے پیچھے رول کیا کریں اس پر آپ کھیل کریں گے تو سرکس کے جانباز کھلاڑی بن سکیں گے۔ میں نے کہا منظور ہے۔

چنانچہ میں اس ڈرم پر پریکٹس کرتا رہا۔ میں نے اس پر اس قدر اور اچھی پریکٹس کی کہ میں اس ڈرم کو اپنی مرضی اور منشا کے مطابق کہیں بھی لے جاسکتا تھا۔ گول چکر کاٹ سکتا تھا۔ بغیر پیچھے دیکھے ہوئے آگے پیچھے آجاسکتا تھا۔ پھر میں نے اس ڈرم کے اوپر چڑھ کر ہاتھ میں تین گیندیں ہوا میں اچھالنے کی پریکٹس کی۔ وہاں میرا ایک دوست تھا محمد رمضان، اس کو بھی میں نے پریکٹس میں شامل کرلیا۔ وہ اچھے چھریرے بدن کا تھا۔ وہ مجھ سے بھی بہتر کام کرنے لگا۔ بجائے گیندوں کے وہ تین چھریاں لے کر ہوا میں اچھال سکتا تھا۔ ہم دونوں ڈرم پر چڑھ کر اپنا یہ سرکس لگاتے۔ ایک ہماری بکری تھی، اس کو بھی میں نے ٹرینڈ کیا۔ وہ بکری بھی ڈرم پر آسانی سے چڑھ جاتی۔

خیر! ہم یہ کھیل دکھاتے رہے۔ ہم اپنا شو کرتے تو میرے اباجی ہمیشہ ایک روپیہ والا ٹکٹ لے کر کرسی ڈال کر ہمارا سرکس دیکھنے بیٹھ جاتے تھے۔ ہمارا ایک ہی تماشائی ہوتا تھا اور کوئی بھی دیکھنے نہیں آتا تھا۔ صرف اباجی ہی آتے تھے۔ ہم انہیں کہتے کہ آج جمعرات ہے،

آپ سرکس دیکھنے آیئے گا۔ وہ کہتے، میں آؤں گا۔ وہ ہم سے ایک روپے کا ٹکٹ بھی لیتے تھے، جوان کی شفقت کا ایک انداز تھا۔

زندگی میں کئی بار ایسا بھی ہوتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے اور آپ اس بات کا مائنڈ نہ کیجئے گا۔ اگر آپ کو روحانیت کی طرف جانے کا بہت شوق ہے تو اس بات کو برا نہ سمجھے گا کہ بعض اوقات ماں باپ کے اثرات اس طرح سے اولاد میں منتقل نہیں ہوتے جس طرح سے انسان آرزو کرتا ہے۔ اس پر کسی کا زور بھی نہیں ہوتا۔ ٹھیک چوالیس برس بعد جب میرا پوتا جو بڑا اچھا، بڑا ذہین لڑکا اور خیر و شر کو اچھی طرح سے سمجھتا ہے۔ وہ جاگنگ کر کے گھر میں واپس آتا ہے تو اس کے جو گر، جو کیچڑ میں لتھڑے ہوتے ہیں وہ ان کے اندر گھس آتا ہے اور وہ ایسے ہی خوب جو گروں کے ساتھ چائے بھی پیتا ہے اور سارا قالین کیچڑ سے بھر دیتا ہے۔ میں اب آپ کے سامنے اس بات کا اعتراف کرنے لگا ہوں کہ میں اسے برداشت نہیں کرتا تھا کہ وہ خراب، کیچڑ سے بھرے جوگروں کے ساتھ قالین پر چڑھے۔ میرا باپ جس نے مجھے ڈرم لا کر دیا تھا، میں اسی کا بیٹا ہوں اور اب میں پوتے کی اس حرکت کو برداشت نہیں کرتا۔ دیکھئے یہاں کیا تضاد پیدا ہوا ہے۔ میں نے اپنے پوتے کو بہت شدت کے ساتھ ڈانٹا اور جھڑکا کہ تم پڑھے لکھے لڑکے ہو، تمہیں شرم آنی چاہئے کہ یہ قالین ہے، برآمدہ ہے اور تم اسے کیچڑ سے بھر دیتے ہو۔

اس نے کہا دادا، آئی ایم ویری سوری! میں جلدی میں ہوتا ہوں، جوگر اتارنے مشکل ہوتے ہیں۔ امی مجھے بلاتی ہیں تو میں جلدی میں ایسے ہی اندر آجاتا ہوں۔ میں نے کہا کہ تمہیں اس کا احساس ہونا چاہئے۔ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو، چنانچہ میں اس پر کمنٹس کرتا رہا۔ ٹھیک ہے مجھے ایک لحاظ سے حق تو تھا لیکن جب یہ واقعہ گزر گیا تو میں نے ایک چھوٹے سے عام سے رسالے میں اقوال زریں وغیرہ میں ایک قول پڑھا کہ ''جو شخص ہمیشہ نکتہ چینی کے موڈ میں رہتا ہے اور دوسروں کے نقص نکالتا ہے وہ اپنے آپ میں تبدیلی کی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے۔''

انسان کو خود یہ سوچنا چاہئے کہ جی مجھ میں فلاں تبدیلی آنی چاہئے۔ جی میں سگریٹ پیتا ہوں، اسے چھوڑنا چاہتا ہوں، یا میں صبح نہیں اٹھ سکتا۔ میں اپنے آپ کو اس حوالے سے تبدیل کرلوں۔ ایک نکتہ چیں میں کبھی تبدیلی پیدا نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کی ذات کی جو بیٹری ہے وہ کمزور ہونے لگتی ہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب سیل کمزور ہو جائیں تو ایک بیٹری کا بلب ذرا سا جلتا ہے پھر بجھ جاتا ہے۔ اسی طرح کی کیفیت ایک نکتہ چیں کی ہوتی ہے۔ میں نے وہ قول پڑھنے کے بعد محسوس کیا کہ میری نکتہ چینی اس لڑکے پر ویسی نہیں ہے جیسا کہ میرے باپ کی ہوسکتی تھی۔ میرے باپ نے سرکس سیکھنے کی بات پر مجھے نہیں کہا کہ عقل کی بات کرو تو کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے مجھے یہ کہنے کے بجائے ڈرم لا کر دیا اور میری ماں نے مجھے باد باراں کے طوفان میں نہیں کہا کہ چپ کر، ڈرنے کی بات کیا ہے؟ اور میں اس میں کنٹری کر کے نقص نکال رہا ہوں۔ ابھی میں اس کا ازالہ نہیں کرسکا تھا کہ اگلے دن میں نے دیکھا کہ میرے پوتے کی ماں (میری بہو) بازار سے تار سے بنا ہوا میٹ لے کر آئی اور اس کے ساتھ ناریل کے بالوں والا ڈور میٹ بھی لائی تاکہ اس کے ساتھ پیر گھس کے جائے اور اندر کیچڑ نہ جانے پائے۔ سو یہ فرق تھا مجھ میں اور اس ماں میں۔ میں نکتہ چینی کرتا رہا اور اس نے حل تلاش کرلیا۔

جب آپ زندگی میں داخل ہوتے ہیں اور باطن کے سفر کی آرزو کرتے ہیں تو جب تک آپ چھوٹی چھوٹی چیزوں کا خیال نہ کریں گے اور بڑے میدان تک پہنچنے کے لئے پگڈنڈی نہ تیار کریں گے وہاں نہیں جاسکیں گے۔ میرے بھائی نے ایک بار مجھ سے کہا کہ اگر آپ کو کچھ لکھنے لکھانے کا کام کرنا ہے تو میرے پاس آکر مہینے دو مہینے گزار لیں (ان کا ایک مرغی خانہ ہے) میں وہاں گیا، بچے بھی ساتھ تھے۔ وہاں جا کر میری جان بڑی اذیت میں پھنس گئی۔ وہ اچھی سرسبز جگہ تھی۔ نہر کا کنارہ تھا، لیکن وہ جگہ میرے لئے زیادہ Comfortable ثابت نہیں ہو رہی تھی۔ آرائشیں میسر نہیں تھی۔ تیسری وہاں پر مشکل یہ تھی کہ وہاں ایک چھوٹا فریج تھا، اس میں ضرورت کی تمام چیزیں نہیں رکھی جاسکتی تھیں اور بار بار بازار جانا پڑتا تھا۔ یہ مجھے سخت ناگوار گزرتا تھا۔

اب دیکھئے خدا کی کیسی مہربانی ہوتی ہے۔ وہی مہربانی جس کا میں آپ سے اکثر ذکر کرتا ہوں۔ میں اصطبل میں یہ دیکھنے کے لئے گیا

کہ اس کی بورو کنے کے لئے کسی دروازے کا بندوبست کیا جاسکے۔ وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ میرے تینوں بچے گھوڑوں کو دیکھنے کے لئے اصطبل کے دروازے کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ وہ صبح جاگتے تھے تو سب سے پہلے آکر گھوڑوں کو دیکھتے۔ انہیں گھوڑوں کے ساتھ اتنا عشق ہو گیا تھا۔ ان میں ایک گھوڑا ایسا تھا جو بڑا اچھا تھا۔ وہ انہیں ہمیشہ ہنہنا کر ہنساتا تھا اور اگر وہ ''ننھے منے'' بچے وقت پر نہیں پہنچتے تھے تو شاید انہیں بلاتا تھا، اس گھوڑے کی ہنہناہٹ سے یہ اندازہ ہوتا تھا۔ اب میں نے کہا کہ نہیں، یہ خوشبو یا بدبو، یہ اصطبل اور گھوڑے اور ان بچوں کی دوستی مجھے وارے میں ہے اور اب مجھے یہ گھوڑے پیارے ہیں۔ بس ایسے ہی ٹھیک ہے۔

ہم شہر کے صفائی پسند لوگ جو مکھی کو گوارا نہیں کرتے۔ ایک بار میرے دفتر میں میرے بابا جی تشریف لائے تو اس وقت میرے ہاتھ میں مکھیاں مارنے والا فلیپ تھا۔ مجھے اس وقت مکھی بڑی تنگ کر رہی تھی۔ میں مکھی مارنے کی کوشش کر رہا تھا اس لئے مجھے بابا جی کے آنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ اچانک ان کی آواز سنائی دی۔ وہ کہنے لگے، یہ اللہ نے آپ کے ذوق کشتن کے لئے پیدا کی ہے۔ میں نے کہا، جی یہ مکھی گند پھیلاتی ہے اس لئے مار رہا تھا۔ کہنے لگے، یہ انسان کی سب سے بڑی محسن ہے اور تم اسے مار رہے ہو۔ میں نے کہا، جی یہ مکھی کیسے محسن ہے؟ کہنے لگے، یہ بغیر کوئی کرایہ لئے، بغیر کوئی ٹیکس لئے انسان کو یہ بتانے آتی ہے کہ یہاں گند ہے۔ اس کو صاف کرلو تو میں چلی جاؤں گی اور آپ اسے مار رہے ہیں۔ آپ پہلے جگہ کی صفائی کر کے دیکھیں یہ خود بخود چلی جائیں گی۔ سو وہاں بابا جی کی کہی ہوئی وہ بات میرے ذہن میں لوٹ کر آئی اور میں نے سوچا کہ مجھے اس کمرے میں کوئی فریش چیزیں پھول یا اسپرے وغیرہ رکھنی چاہئیں اور یہاں کی صفائی پر دھیان دینا چاہئے۔ وہ فرش جیسا بھی تھا اس کو گیلا کر کے میں نے جھاڑو لے کر خود خوب اچھی طرح سے صاف کیا۔ آپ یقین کریں پھر مجھے مکھیوں نے تنگ نہیں کیا۔

اگر آپ معمولی باتوں کی طرف دھیان دیں گے، اگر آپ اپنی ''کنکوی'' کو بہت دور تک جھیل میں پھینکیں گے تو بہت بڑا دائرہ پیدا ہوگا لیکن آپ کی آرزو یہ ہے کہ آپ کو بنا بنایا بڑا دائرہ کہیں سے مل جائے اور وہ آپ کی زندگی میں داخل ہو جائے، ایسا ہوتا نہیں ہے۔ قدرت کا ایک قانون ہے کہ جب تک آپ چھوٹی چیزوں پر معمولی باتوں پر جو آپ کی توجہ میں کبھی نہیں آئیں، اپنے بچے پر اپنے بھانجے پر اور اپنی بھتیجی پر، آپ جب تک اس کی چھوٹی سی بات کو دیکھ کر خوش نہیں ہوں گے تو آپ کو دنیا کی کوئی چیز یا دولت خوشی عطا نہیں کر سکے گی کیونکہ روپیہ آپ کو خوشی عطا نہیں کرسکتا۔ روپے پیسے سے آپ کوئی کیمرہ خرید لیں، خواتین کپڑے خرید لیں اور وہ یہ چیزیں خریدتی چلی جاتی ہیں کہ یہ ہمیں خوشی عطا کریں گی، لیکن جب وہ چیز گھر میں آجاتی ہے تو اس کی قدر و قیمت گھٹنا شروع ہو جاتی ہے۔

خوشی تو ایسی چڑیا ہے جو آپ کی کوشش کے بغیر آپ کے دامن پر اتر آتی ہے۔ اس کے لئے آپ نے کوشش بھی نہیں کی، تیار بھی نہیں ہوئے لیکن وہ آجاتی ہے۔ گویا اس رخ پر جانے کے لئے جس کی آپ آرزو رکھتے ہیں جو کہ بہت اچھی آرزو ہے کیونکہ روحانیت کے بغیر انسان مکمل نہیں ہوتا۔ مگر جب تک اسے تلاش نہیں کرے گا جب تک وہ راستہ یا پگڈنڈی اختیار نہیں کرے گا۔ اس وقت تک اسے اپنے مکمل ہونے کا حق نہیں پہنچتا۔ انسان یہ کوشش کرتا ضرور ہے لیکن اس کی Methodology مختلف ہوتی ہے۔ وہ چھوٹی چیزوں سے بڑی کی جانب نہیں جاتا۔ آپ جب ایک بار یہ فن سیکھ جائیں گے، پھر آپ کو کسی بابا کا ایڈریس لینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ پھر وہ چھوٹی چیز آپ کے اندر بڑا بابا بن کر سامنے آجائے گی اور آپ سے ہاتھ ملا کر آپ کی گائڈ بن جائے گی اور آپ کو اس منزل پر یقیناً لے جائے گی، جہاں آپ جانے کے آرزومند ہیں۔

سو ایک بار کبھی چھوٹی چیز سے آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں، کبھی کسی نالائق پڑوسی سے خوش ہونے کی کوشش کر کے ہی یا کسی بے وقوف آدمی سے خوش ہو کر یا کبھی اخبار میں خوفناک خبر پڑھ کر دعا مانگیں کہ یا اللہ تو ایسی خبریں کم کردے تو آپ کا راستہ آپ کا پھاٹک کھلنا شروع ہوگا اور مجھے آپ کے چہروں سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ یہ کوشش ضرور کریں گے۔ اللہ آپ کو بہت خوش رکھے۔ بہت آسانیاں عطا فرمائے اور آسانیاں تقسیم کرنے کا شرف عطا فرمائے۔ آمین۔